فتنۂ ارتداد

اور

پولیٹیکل قلابازیاں

از تصنیف

چوہدری افضل حق صاحب

میر نثار حسین پبلشر نے

کواپریٹو سٹیم پریس لمٹڈ بلڈنگز لاہور باہتمام میاں

فیروز الدین صاحب پرنٹر و منیجر چھپوایا

گذارش

واقعات و حوادث ہند پر نظر عمیق رکھنے والے احباب سے پوشیدہ نہیں
کہ سیاست ہند قلابازی کھا کر کیا رخ اختیار کر رہی ہے۔ اتحاد کی ڈگڈگی
جو کل تک دلفریب تھی۔ آج سامعین کے لئے سوہان روح ہو رہی ہے
انقلاب سلطنت کی آرزومند آنکھیں ایک مختصر سا انتظار اُٹھا کر مایوسی
سے گر گئیں۔ سہ سالہ سیاسی زلزلہ سے ایک اور طوفان اٹھایا گیا۔ جو
پہلے آگرہ ایٹہ سے شدھی کی شکل میں نمودار ہوا۔ پھر مطلع پنجاب پر سنگٹھن
کی صورت میں چھا گیا۔ اگرچہ ایک مادی اور دوسری مذہبی تحریک ہے
مگر اُن کی اصل ایک ہے۔ صرف شکل مختلف ہے۔ زبان خاموش تھی
کہ یہ کوشش انفرادی اور واقعات ملتان اور ملیبار کا خلفشار ہنگامی
ہے۔ مگر نہیں یہ انقلاب کی منظم کوشش ہے۔ جس کی پشت پر ہندو
سرمایہ داری اور مہتمم بالشان ہندو رہنما مصروف مشورہ ہیں۔ اور اس کا
رخ مسلمانوں جیسی عسرت زدہ۔ پراگندہ۔ غافل قوم کی طرف ہے۔ تحریک
کی حقیقت اور غائت اس سے کہیں گہری ہے۔ جو بیان ہو رہی ہے۔ میں
بھی شیخ کی اس تسبیح کا ایک پراگندہ دانہ ہوں جس پر برہمن اپنی مالا کی زینت
بڑھانے۔ یا پاؤں سے مسل دینے کے لئے نظر لگائے بیٹھا ہے۔ اس لئے
فرض کے پورے احساس سے یہ چند سطور حوالۂ قلم کی ہیں۔ اس کی ترتیب
میں مجھے اتنی جلدی کرنی پڑی۔ کہ بغیر تکمیل کا انتظار کئے مسودے کے ٹکڑے
کاتب کے حوالہ کرتا رہا۔ اس لئے اگر ترتیب بیان میں سقم یا ادبی لغزش پاویں تو
ازراہ عنایت معاف فرمادیں۔

افضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلیں باتیں میں وڈھی کرتوتیں وڈھی جیٹھانی

باتیں کرنے میں میں مشاق ہوں کام کا سلیقہ میری جیٹھانی جانتی ہے

پچھاڈی

پنجاب میں پچھاڈی اُس کو کہتے ہیں، جو ہر میدان میں پیچھے رہے، پچھاڈی کی پھبتی مُسلمانوں پر مناسب آتی ہے، حرکت سے عاری، عزم سے خالی، ہر نوجوان اسلام کے لئے ننگ و عار ہے، دن رات غفلت میں کٹتے ہیں۔ لمحہ کے لئے خیال نہیں آتا، کہ اس ہندوستان میں باعزّت زندگی کس طرح بسر ہو سکتی ہے، جہاں قدم قدم پر کانٹا، اور جگہ جگہ دامن اُلجھتا ہے، فتنہ کی آگ دامانِ مسلم کے لئے ہر وقت بیتاب ہے، مگر چوکنا ہونیکی بجائے مسلمان غفلت کی گود میں پاؤں پسارے پڑے ہیں، اسے حریفوں کی طیاریوں کا کچھ علم نہیں، اگر اغیار کی چابکدستی کا علم ہو بھی جائے تو بھی وقت کو سنے دینے میں ضائع کر دیا جاتا ہے، بلقان میں شعلۂ جنگ اُٹھے تو بلقانیوں کو سو سُنا کر خاموش ہو جائیں، طرابلس میں نائرہ حرب بلند ہو تو اٹلی کی توپوں میں کیڑے پڑنے کی دعائیں مانگی جائیں، جزیرۃ العرب پر قبضہ ہو، تو انگریزوں کا بیڑا غرق کر دے"، کی صدائیں بلند ہوں، بس اسی پر جوشِ اسلامی کا خاتمہ ہو جاتا ہے، ہاں کبھی کبھی غیرتِ ایمانی کا ثبوت بھی دیا جاتا ہے، تعزیہ کے گنبد زخمی ہونے پر ملتان کو میدانِ کربلا بنا دیا جاتا ہے۔ کعبہ

کی طرف پاؤں پھیلا کر سونے والے کو نجس و ناپاک سمجھا جاتا ہے؛
جب اصل یعنی کربلا نجف اشرف پر تعزیہ جس کے مزاروں کی نقل
ہے؛ اغیار کے قبضہ جمانے کی خبر آتی ہے؛ تو کھسیانی سی صورت بنا کر
خاموشی اختیار کی جاتی ہے؛ جب خبر آئی کہ بغداد ہاتھ سے نکل گیا
تو بھولے پن سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت پیران پیر خود ہی اُن کی جڑ
اُکھیڑ دیگا؛ جب کہ کعبہ بھی باغیوں کے ہاتھ گیا؛ تو کہدیا، کہ یہ غلط ہے
خدا اُس کا محافظ ہے +

واللہ اعلم کہاں تک صحیح روایت ہے؛ کہ جب بغداد پر چڑھائی
ہوئی تو ہندوستانی مسلمان سپاہی گولہ باری بھی کرتے تھے؛ اور
ساتھ کہتے بھی جاتے تھے۔ کہ دیکھو حضرت پیران پیر کی کرامات، کہ گولہ
نشانے پر نہیں پڑتا۔ اسی طرح جب غوریوں نے ہندوستان پر حملہ
کیا؛ تو راجاؤں نے برہمنوں سے دریافت کیا۔ کہ اب کیا کیا جائے
برہمنوں نے کہا؛ کہ تیاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؛ ہم مورتی پوجا
کرتے ہیں؛ دیویاں خود ہی ملیچھوں کو تباہ کر دینگی؛ جب حملہ آور بڑھتے
راجدھانی پر قابض ہو گئے؛ تو پنڈتوں نے مورتیوں کو کنوئیں میں
پھینک کر یہ خبر مشہور کر دی کہ دیویاں ملیچھوں کا منہ دیکھنا پسند
نہیں کرتیں؛ اس لئے کنوؤں میں کود پڑیں ہیں +

خیال کیا جاتا ہے؛ کہ آریہ بھائیوں نے ہندو قوم میں عمل۔ مقابلہ
جدوجہد قائم رکھنے کے لئے یہ حکایات گھڑی ہیں؛ تاہم بے حس مسلمان
بھائیوں کے لئے اس میں عبرت ہے؛ جس وقت کسی قوم کی بربادی
کے دن آتے ہیں؛ وہ آنیوالے خطرے کو نہیں پہچانتی؛ اور باتوں میں

ٹالتی ہے۔ محمدؐ شاہ کی طرح ہر نادر شاہی پیغام کو غرق شراب ناب کر کے وقت گذارنا چاہتی ہے۔ تب ہی خبر ہوتی ہے۔ جب قوم کی قوم تہ تیغ کردی جاتی ہے۔ ہمارے عمل سے جاری ہونے اور تھوڑی دیر کے لئے واویلا مچانے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا۔ کہ اماکن مقدسہ کی حالت مخدوش ہونے پر بھی ہم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اگر جئیے ہوئے بھی تو آج حالات ویسے ہی ہیں۔ گو سب خاموش و بے حس ہیں۔

ترکوں کی تباہی سے ہندوستان میں خلافت کمیٹیاں قائم ہوئیں جو تھوڑے بہت دل جلے تھے۔ وہ کام میں لگ گئے۔ باقی مسلمان بھائیوں نے عذر تراشا۔ کہ ہمیں خلافت کمیٹیوں کے طرز عمل سے اختلاف ہے۔ "بہت اچھا یونہی سہی"۔ بعض نے کہا۔ کہ اس تحریک میں شامل ہو کر کھائیں کہاں سے۔ "یہ بھی ٹھیک" چند نے کہا کہ جیل کی زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔ "یہ بھی صحیح"۔ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے اب فتنہ ارتداد رونما ہوا۔ اس میں نہ جیل کا خوف نہ ملازمت سے برطرف ہونے کا ڈر اب مسلمانوں نے کیا کیا۔ جو کیا وہ سُن لیں جہاں جاؤ خلافت کمیٹیوں کے کارکنوں کو لعنت ملامت ہے۔ اسلامی دُنیا کی تباہی پر تو اٹلی بلقان انگلستان پر تبرّہ تھا۔ اب ہندوستان میں کام کرنیکا وقت آیا۔ تو مسلمان رہنماؤں کی جان کو رویا جا رہا ہے۔ کہ انہوں نے کفر کا اسلام سے پیوند لگانا چاہا جس کا نتیجہ ارتداد کی شکل میں نکلا۔ ہم ہاہ اس فتنۂ خوابیدہ کو اُٹھے گزرتے ہیں۔ جہاں ہندوؤں کے ہزاروں آدمی کام کر رہے ہیں۔ وہاں تمام مسلمان جماعتوں کے بمشکل دو وصد آدمی اُس کی روک تھام کے لئے پہنچے ہیں۔ جہاں ہندوؤں کی کثیر قوم کا

اعلان ہو چکا، وہاں ہماری بڑی تبلیغی جماعت کے ناظم کا خط ہے، کہ کاش میرے پاس دو ہزار روپیہ ہوتا، ہندوؤں کے تمام فرقے جینی، سناتن دھرمی، آریہ سب متحد ہیں، حالانکہ اُن میں زمین آسمان کا فرق ہے، مسلمانوں کی تمام جماعتیں متفرق ہیں، لاہور میں اشتہار بازی کا سلسلہ بدستور جاری ہے، آگرہ میں تبلیغ کنندگان کا ابھی کوئی نظام موجود نہیں، بلکہ کفر کے فتووں سے ایک دوسرے کا استقبال کیا جاتا ہے، حلقہ ارتداد میں کام کرنے والوں میں نظام کے علاوہ کام کی بھی سچی سپرٹ موجود نہیں، اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے، بعض افسوسناک غلط بیانیاں کر کے اپنی جماعت کی سرخروئی کا اعلان کیا جاتا ہے، آج ہمارا تمام اسلامی اور ایمانی پول کھل چکا، ہمسایہ اقوام جو خواہ مخواہ ہمیں ہوّا سمجھ کر لرزہ بر اندام رہتی تھیں، اُن پر ہماری حقیقت روشن ہو رہی ہے، آج سے پہلے اسلام کو تبلیغی جماعت سمجھا جاتا تھا، حضرات علماء اپنی خدمات کو جا بجا ہر جگہ بیان کرتے تھے، حالانکہ اُن کی تمام تبلیغی کوششیں مسلمانوں کو کافر بنانے میں صرف ہوتی رہیں، مزہ دیکھو! جہاں اسلام کے سب سے بڑے دعوہ دار موجود تھے، اُن ہی کے دروازوں پر مسلمان مرتد ہو رہے ہیں، اور اُن کے بنائے کچھ نہیں بنتی، جن کے ہندوستان بھر میں کفر کے فتوے کام کرتے تھے، ان کا اپنا عمل قریب کے مسلمانوں پر کچھ اثر نہ ڈال سکا، تین چار سو برس سے ایک قوم اسلام کے دروازے کے اندر داخل ہوئی، مسلمانوں کو متوجہ نہ پا کر آج پھر واپس چلی گئی، ایک مسخرہ نے سچ کہا کہ علماء کا کام ہی مسلمانوں کو کافر بنانا

ہے، سو انہوں نے ملکانہ راجپوتوں میں اپنی کامیاب تبلیغ کر دی ہے۔ حضرات فرنگی محل، حضرات دیوبند، حضرات دہلوی، کی صد سالہ اسلامی تبلیغ کا نتیجہ دیکھو، کہ اُن ہی اضلاع کے گردو نواح میں ارتداد کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ہمارے عُلماء کے لئے اس میں عبرت ہے، اُن کے لئے ندامت سے گردن جھکا لینے کا وقت ہے +

تاریخِ ارتداد

اِس فتنہ ارتداد کی تاریخ اغیار کے لیئے دلچسپ اور مسلمانوں کے لیئے باعث شرم ہے، آج سے ۱۵ برس پہلے آریہ بھائیوں کو اپنی تگ و دو کے لئے یہی حلقہ ارتداد مُناسب مقام معلوم ہوا، مسلمانوں کو بھی مقابل کے ارادوں کی خبر مل گئی، تازہ بات تھی، عارضی جوش جو مسلمانوں کی فطرت ہو گیا ہے، اُس سے متاثر ہو کر شور و پکار شروع ہوئی، انجمن ہدایت اسلام کی زیر نگرانی روک تھام شروع ہوئی، ایک جگہ سے یکصد روپیہ کی گرانقدر رقم بھی ماہانہ اِمداد کے طور پر ملی، تنخواہ دار مبلغ رکھے گئے، نہ اوپر سے نگرانی ہوئی، نہ دل میں سچی تبلیغ کا جذبہ تھا، مولوی صاحبان جس گاؤں میں جاتے وہاں وعظ فرماتے، اور وعظ کے بعد باوجود تنخواہ دار ہونے کے اپنے ذاتی مصارف کے لئے بھیک مانگتے۔ علاوہ ازیں سُنا گیا ہے، کہ بعض بد اخلاقی کی حرکتیں بھی کر بیٹھے اُن لوگوں کے دل میں اسلام کے متعلق نہایت ذلیل خیال بیٹھ گیا جہاں مسلمان مبلغ ادنے درجہ کے تھے، وہاں آریہ بھائی تعلیم و تربیت میں اعلےٰ درجہ کے تھے، اُن میں استقلال اِن میں عارضی اُبال، مسلمانوں کا جلدی ہی اُبال اُتر گیا، میدان دوسروں کے ہاتھ میں چلا گیا، ۱۵ برس

ایک وُھن میں دھن دولت عزیز وقت لگا دینے والے دشمن کی بھی داد دینی پڑتی ہے۔ اِس لئے باوجود مسلمان ہو چکنے ہیں اُن کی محنت اور ہمت کی قدر کرتا ہوں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اس جماعت پر اور بھی ایک امتحان کا وقت آیا۔ یعنی ہندو مسلم اتحاد کا پرچار۔ سوراج کی اُمید۔ آزادی کا خیال۔ یہ ساری باتیں پچھلے سال تک کس قدر دلفریب تھیں۔ مسلمان علماء۔ اخبار نویس۔ لیڈر۔ نماز روزے کو بھی چھوڑ کر ادھر لگے رہے۔ اسلامی انجمنوں کو شکایت ہے۔ کہ اُنہوں نے بہت واویلا کیا۔ اخبارات میں خطوط لکھے۔ مسلمان پبلک کو اس خطرہ سے متواتر آگاہ کیا۔ مگر مُسلمان تمام و کمال آزادی کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ کسی نے کان بھر پرواہ نہ کی۔ بعض انجمنوں کو ان کے خطوط کے متعلق ان اخبارات میں اطلاع دی گئی کہ اُن کے خطوط ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔ اس وقت مذہبی جھگڑے اور مبالغہ کا رنگِ بیان ہندو مسلمان تعلقات کو کشیدہ کریگا۔ مگر آریہ بھائی دھن کے پکے لوہے کی لاٹھ ہو کر اپنے ارادے پر قائم رہے۔ جب ادھر یہ آندھی گذر گئی۔ اور ادھر فصل پک کر تیار ہو گئی۔ یک بیک مہامنڈل میں بیٹھ کر اعلان کر دیا گیا +

چابکدستی

ادھر دھڑا دھڑ ہندو اخباروں میں مضامین نکلنے شروع ہو گئے۔ بعض سادہ لوح مسلمان سمجھے کہ اس اعلان اور مضامین لکھنے سے ہندوؤں نے مسلمانوں کو بیدار کرنے میں غلطی کھائی۔ بھولے بھالے مُسلمان کیا جانیں؟ اور مسجد میں بیٹھ کر مصروف درس رہنے والے ملّاں کیا سمجھیں، کہ یہ کیا کارگر چال

تھی، سنو!

حلقہ ارتداد میں تمام سرگرمیوں کا مرکز آریہ سماج تھی، مسلم ملکانہ راجپوتوں کی باقی ہندو برادری سناتن دھرمی خیالات کی تھی، وہ آریہ سماجی ہونے کی بجائے اپنی سناتن دھرمی برادری کی طرف بمشکل مائل کئے گئے، یہی لیت لعل تھی کہ سناتن دھرمی کسی مسلمان کو اپنے اندر دوبارہ شامل کرنے کے قائل نہ تھے، سیاسی جدجہد نے اب سب کی آنکھیں کھول دیں، جو مذہبی طور سے تبدیل مذہب کے قائل نہ تھے، وہ اب سیاسی مصالح کی بنا پر مسلمانوں کو ہندو بنانے پر مصر ہوئے، جو دانا تھے، وہ تو اس مصلحت ملکی کو سمجھتے تھے، مگر ہندو پبلک مصلحت سے بے خبر تھی، خوف تھا، کہ عوام مخالفت کریں، اس لئے یہ اخبارات اور اعلانات کا ڈھول پیٹا گیا، تاکہ ہندو پبلک میں جوش و خروش پیدا ہو جائے، مسلمان فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے بڑھینگے، جب یہ لوگ بڑھیں گے، تو ہندوؤں میں فطرتی طور سے شدھی کی حمایت کا جوش موجزن ہوگا، جوش و ہیجان میں یہ کٹرپن دب جائے گا، دیکھو اس کا اثر، وہی ہوا، جس کے وہ متمنی تھے، جو کل تک چارہ جاتی سے کے قائل تھے، وہ آج شدھی کے جواز کا فتوے دے رہے ہیں، یہ بھی یاد رکھیں کہ بغیر زمین تیار کرنے کے یک بیک شدھی کی خبر شائع نہیں کی گئی۔ بلکہ ہندو طبیعتوں کو نہایت احتیاط سے شدھی کی خبر سُن کر قبول کرنے کے قابل بنا دیا گیا تھا، مالابار کے گڑھے مُردے اُکھاڑے گئے، ملتان کے واقعہ پر رنگ آمیزی کیگئی، فضل حسین کی پالیسی کو اپنے انداز میں بیان کیا گیا، ہندوؤں کو اتنا خائف کر دیا گیا، کہ وہ سمجھے کہ اب ہماری مسلمانوں

کے ہاتھوں خیر نہیں، ساتھ ہی اپنے آپ کو مضبوط کرو، ہندو قوم کی
تنظیم کرو، ہندو سنگٹھن بناؤ کا واویلا کیا گیا۔ اور شور شروع ہوا۔
ادھر تو ہندوؤں کو ڈرایا، اُدھر یہ مژدہ سُنایا، کہ ہم ایک کروڑ مسلمان
کو ابھی ابھی ہندو کئے لیتے ہیں، اگر ہندو ہمت کر لیں تو باقی تمام
مسلمانوں کو ہندو کر لینا کچھ مشکل بات نہیں، نہ بھارت ورش میں مسلمان
رہیں نہ غلجان ہو، اسوقت یہ جادو تمام ہندو قوم پر چل گیا ہے،
انگلیوں پر گنی جانیوالی تعداد ہندوؤں میں ایسی ہوگی، جو اس وقت اس
پروپاغنڈا سے متاثر نہ ہوگی، غرض جہاں کل یہ جذبہ موجود تھا، کہ
انگریزوں کو نکالو، وہاں آج یہ آواز بلند ہوتی ہے، کہ مسلمانوں
کو ہندو بنالو،

یہ حکم لگانا۔ کہ تمام ہندو بالارادہ اسلام کے برخلاف تبلیغ
میں شریک ہیں، بے انصافی ہوگی، ہاں یہ دیانتداری سے کہا جا
سکتا ہے، کہ بالارادہ یا بلا ارادہ، ہر ہندو اس میں کم و بیش حصہ لے
رہا ہے۔

یہ تو ایک کھلا راز ہے، کہ مالوی جی اور سوامی جی کا شروع سے
کھونگٹ ایک ہے، تحریک ترک موالات میں ان دونوں محترم
حضرات نے جس طرح گرگٹ کے رنگ بدلے، وہ چشم بینا سے پوشیدہ
نہیں۔ جنکی نگاہ گورو کل بنارس بیٹھے ہر وقت درہ خیبر و بولان پر لگی رہتی
ہے۔ اور ہینگ کی بُو اُنکے دماغ کو پریشان رکھتی ہے، تاہم اس نان کو اپریشن
کے شور محشر خیز میں اُنکی آواز عارضی طور سے دب گئی، جلدی ہی
اتحاد کے متمنی ہندو مسلمانوں کے درمیان بیٹھے بٹھائے افغانستان

کے حملہ موہومہ کا بم پھینکا گیا۔ جس سے ہندوستانی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ محمد علی شوکت علی چاروں شانے چت اور ہندو مسلم اتحاد کا وہی حشر دو سال پہلے ہو جاتا۔ جو انہی حضرات کے ہاتھوں آج ہوا ہے۔ بشرطیکہ مہاتما آڑے نہ آتے۔ اتحاد کا کچا دھاگا اس وقت تو ٹوٹتے ٹوٹتے بچ گیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ قسام ازل نے اُس کی عمر تین سال سے زیادہ نہ رکھی تھی۔ اور اتحاد کو گور میں لٹانا انہی حضرات کی قسمت میں آیا تھا۔

ہماری کمزوری

جب وہ دوربین مہاتما ملک کی آنکھوں سے دُور کر دیا گیا۔ تو کوتاہ بینوں کے لئے میدان خالی رہ گیا۔ اب خوب دھما چوکڑی مچنے لگی۔ کدورت و کاوش جولانیاں دکھانے لگیں۔ سیاست کے بھروپ میں جو اتحاد و آزادی کا راگ گا رہے تھے۔ انہوں نے علیحدگی کی راگنی چھیڑی۔ ہندو مسلم اتحاد کی بجائے ہندو سنگٹھن اور سوراج کی بجائے ہندو راج کا نغمہ سُنائی دیا۔ مالوی جی نے Hindu Sangathan کا سرود شروع کیا۔ مولوی جی وجد میں رہے۔ اور منزلِ مقصود پر کبھی غور نہ کیا۔

اگرچہ مسلمان اپنے گھر سے بے خبر تھے۔ مگر مقابل اُن کے اثاث البیت سے خوب واقف تھے۔ یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ مالوی جی شدھی کی اسکیم سے ناواقف تھے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ مالوی جی کے پنجاب کے دَورے مسلمانوں کا کونڈا کرنے کے لئے تھے۔ شدھی کا ہی پروپاگنڈا انہیں بار بار پنجاب میں لاتا تھا۔ چنانچہ رحم مجسم پنڈت مالوی اور دیوتا سروپ بھائی پرمانند کی ملاقات سے جو

اخبار کیسری میں شائع ہوئی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کس طرح اندر ہی اندر شدھی کے مشورے اور
اور سازشیں ہوتی تھیں اور مسلمان بیچارے بیخبر تھے ان متبارک ستاروں کا جمع ہونا مسلمانوں کے حق
میں منحوس تھا۔ واضح ہو۔ کہ دیوتا سروپ بھائی پرمانند ہمارے قومی کالج کے روح رواں ہیں
اگر مالوی سوامی بھائی جی کے اتحادِ ثلاثہ پر روشنی پڑ چکی ہو تو ذرا
اور ملاحظہ کرو۔ کہ گرو کے باغ کا میدان کارزار گرم ہے۔ مالوی جی
بھی آئے حکیم جی بھی پہنچے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکیم صاحب سے مالوی جی
زیادہ نبض شناس تھے۔ ہندو سنگٹھن میں ایک کڑی کا اضافہ کرنا مقصود
تھا۔ اس لئے ادھر آپ خالصہ بھائیوں سے جمٹ گئے۔ اُدھر سوامی
گوروکل سے گرو کے باغ پہنچے۔ دربار میں لیکچر ہوا۔ کہ اگر ضرورت
ہوئی۔ تو لاکھوں آدمیوں کو میں ستیہ گرہ کے لئے امرتسر لے آؤنگا
اگرچہ لاکھوں آدمیوں کو امرتسر لانے کی حقیقت معلوم ہے تاہم سکھ
بھائیوں پر ڈورے ڈالنے کا ایک معقول طریقہ تھا۔ اگرچہ مسلمان
بھی بیچارے مارے مارے پھرتے تھے۔ مسلمان ڈاکٹر۔ کمپونڈر۔ والنٹیرز
سینکڑوں کی تعداد میں امرتسر میں موجود تھے۔ مگر اُن کے مدنظر ہمدردی
ہمسایہ تھی۔ نہ کہ منظور کوئی سازش۔ سوامی جی قید ہوئے سمجھنے والے
سمجھے کہ بنیے کا بیٹا بغیر مطلب کے کسی جگہ نہیں گرتا۔ اگرچہ آپ کی رہائی
بھی معمہ ہے۔ مگر یہ اور زیادہ عقدہ ہے۔ کہ آپکی غرض مضمر کیا
تھی۔ البتہ لاہور میں جب اشدھی پر وپاغنڈا کے لئے آپ آئے۔ تو حاضرین
کی معرفت سردار مہتاب سنگھ اور اُنکے ہمراہیوں کو پیغام دیا۔ کہ جو وعدہ
آپنے جیل میں مجھ سے کیا تھا۔ اُس کے ایفاء کے دن آگئے ہیں۔ اگرچہ
اشدھی کے لیکچر کے سلسلے میں اس وعدہ کا ذکر طبیعت کو کچھ فورنگ

دیے جاتا ہے۔ مگر اُمید نہیں کہ سکھوں کے ہمدرد و رہنما کسی کے اشارہ پر وقف ہو جائیں، کوئی کام کر کے احسان جتانے والا شخص صادق نہیں ہو سکتا۔ فرض کیلئے نہیں بلکہ غرض کے لئے خدمت کرنے والے کو کوئی شریف شخص دوست نہیں بنائے گا +

اخبار زمیندار کی کسی گذشتہ اشاعت میں سکھ مشنری سوسائٹی کے اہتمام کی خبر دی جا چکی ہے، جسکی فنڈ رکنیت یکصد روپیہ ہوگی۔ وہ ہندوستان کو ۲۳ حصص میں تقسیم کر کے فوراً کام شروع کر دے گی مگر اس امر کے باور کرنے کے واسطے ہمارے پاس وجوہ نہیں کہ یہ سوامی صاحب کے ایما پر ہوا، جو بات بھی ہو مسلمانوں کے لئے اس میں سبق بھی ہے اور خوشخبری بھی، مگر جس بات نے ہمیں حیرت و استعجاب میں ڈال دیا ہے وہ بعض سکھ بھائیوں کا طرز عمل ہے، جو گھر بیٹھے بیٹھے بیچارے مسلمانوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اور سوامی جی مہاراج کی حفاظت کے لئے جتھے روانہ کرنیکے ریزولیوشن پاس کر رہے ہیں ہم خالصہ بھائیوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اُن کی بیتابی بلاوجہ ہے۔ نہ بائیس کروڑ ہندوؤں کو ۷ کروڑ مسلمان کھا جائیں گے۔ نہ سوامی جی کو بھگائے جائیں گے +

جہاں بڑے رہنماؤں کی یہ کیفیت ہے، وہاں چھوٹے درجہ کے آدمیوں کی سرگرمیاں نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔ مگر سب سے زیادہ حیرت افزا یہ امر ہے۔ کہ کانگریس کے کارکن ہر جگہ پیش پیش ہیں، ہندو سنگٹھن کی علمبرداری اور شدھی کی حمایت بھی زیادہ تر اس گروہ نے کی ہے چنانچہ کانگرس کیمپ کے ہندو ممبران کی دماغی کیفیت پر ایک سرسری نظر خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ اسلئے کیسری اور پرتاپ کے چھ ماہ گذشتہ کے فائل ضرور ملاحظہ فرمائیے

مہاشہ کرشن ایڈیٹر پرتاب کو دیکھئے ہندو احباب کیطرف سے آل انڈیا کانگریس کمیٹی
کے ممبر بار بار تجویز ہوتے رہے ہیں آپ کی مسلم نوازی اُنکے اخبار سے ظاہر ہے۔ اور کسی
قسم کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپنے اتحاد شکنی کے مبارک کام میں
جس قدر حصّہ لیا ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اِس سے آگے پنجاب
کا بسنت نمبر پڑھو۔ ڈاکٹر گوکل چند نیرنگ نے جو مسلمانوں کے برخلاف
زہر اُگلا ہے۔ اِس سے ہمیں پرخاش نہیں کیونکہ انکا جماعت احرار سے تعلق
نہیں۔ مگر مارشل لا کے ہیرو ہمارے پنجاب کے قومی رہنما صریح اور صاف
الفاظ میں مسلمانوں کے برخلاف آواز اُٹھاتے ہیں۔ تو سوائے سر نیچا
کر کے چُپ ہونے کے اور مسلمانوں کے پاس چارہ نظر نہیں آتا۔ اور
مزے کی بات یہ ہے، کہ جب اتحاد کے متعلق گفتگو ہوتی ہے، تو ڈاکٹر
ستیہ پال صاحب سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں*

الحمد للہ مسلمان اس تحریک میں دو دل ہو کر شامل نہ ہوئے تھے،
اس وقت مسلمانوں کا دامن دورنگی سے یکسر پاک رہا۔ مگر اب حالت
دگرگون ہو رہی ہے، تین سال کے اندر جیل میں اور جیل کے باہر ہم نے
دیکھ لیا، کہ باوجود جان تک اتحاد کے لئے لڑا دینے کے ہمارے اوپر
اعتراضات کی بوچھاڑ ہوتی رہی، جس سے تنگ آکر بجائے جواب دینے
کے مسلمان کارکنان کانگریس نے کانگرس ہی کی طرف رجوع کیا۔
مسلمانوں کو شکایت یہ تھی، کہ ہندو احباب اور اخبار مسلمانوں کے برخلاف
نہایت شد و مد سے پروپاگنڈا کر رہے ہیں۔ مگر ہماری معروضات کا حشر
یہ ہوا، کہ لالہ دنی چند انبالوی نے انہی اخبارات میں ہندوؤں کی حمایت میں
مسلمانوں پر بمبارڈی شروع کر دی، ہندو اخبارات نے حاشیہ آرائی کی

دم تحریر کسی خلافت کے حامی یا مسلمان کانگرس مین نے کبھی زبان یا قلم سے کوئی لفظ نہ کہا۔ نہ لکھا سوائے اس کے کہ مولوی مظہر علی وکیل نے لالہ دُنی چند کی دعوت پر اُنکے اعتراضات کا جواب دیا؛

اس جیقپلش کا خاتمہ صرف شُدھی اور سنگٹھن تک محدود نہیں رہا۔ اُن قومی اخبارات جنہیں وطن پرستی کا دعوہ تھا اور زیادہ تر ہندو سرمایہ داری کی پیدائش تھیں، مسلمان ملازمین کو سبکدوش کرنے کا اہتمام کیا۔ ہندو سنگٹھن بجائے خود بہت مبارک خیال نہیں مگر اس سے بڑھکر افسوس ہے، کہ یہ تنظیم اینٹی اسلامک رنگ اختیار کئے ہوئے ہے۔ ملابار اور ملتان کے واقعات کو توڑ مروڑ کر مسلمان حملہ آوروں کی یاد تازہ کرائی جاتی ہے؛ اور رنگزیب مفروضہ مظالم کے مقابلہ میں سیواجی پیدا کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے؛ اس ضمن میں پنجاب کیسری لالہ لاجپت رائے کے بھائی کی ہریں لکھی چٹھی ہندو خیالات کا مرقع ہے جس سے ہندوؤں کی کیفیت قلب کا پتہ ملتا ہے؛

آج کل دھڑا دھڑ ہندو قوم پرست اخبارات مسلمانوں کو کہتے ہیں، کہ مذہب کی تبلیغ کی سب کو آزادی ہے؛ پنڈت موتی لال جی نہرو اور مسٹر داس کے خیال سے ہم مسلمان سرمو اختلاف نہیں کرتے، کہ ہندوؤں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق حاصل ہے؛ مگر قومی نکتہ نگاہ سے اگر ہم دیکھیں تو یہ تبلیغ سمِ قاتل ہے جب ایک قوم کی قوم دوسری قوم پر تبلیغی یورش کرے تو مسلمانوں کو بطور قوم کے مدافعت کرنے سے کون چیز روک سکتی ہے؛ جب حملہ اور مدافعت کی صورت دونوں قوموں میں قائم ہے، تو بتائیے کہ سوراج کی اُمیدوں کا کیا حشر ہوگا؛ انفرادی طور پر

سے تبلیغ کچھ بڑا اثر نہیں رکھتی جب تمام قوم کی قوم اپنی تمام طاقتوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے دوسرا کام شروع کر دے تو یہ سوراج کی موت کا فتویٰ ہے۔ تمام اتحاد زبانی جمع خرچ رہجائیگا۔ ہمارے دل اور تمام طاقتیں ایک دوسرے پہ خرچ ہو جائینگی۔ مشکل تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے یہ بات کہنا خود غرضی ہوگی۔ اور ہر قسم کے اعتراضات وارد ہو سکینگے۔ یہ کہا جائیگا۔ کہ تبلیغ بجائے خود ہے۔ اتحاد بجائے خود حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس وقت صورت یہ ہے۔ کہ سوائے کانگریس اور خلافت کے چند آدمیوں کے زبانی اتحاد کے دونوں قومیں عملاً ایک دوسرے کی دشمن ہو چکیں ہیں۔ اگر مذہب کی جنگ جاری ہے۔ تو سیاسی اتحاد کا خدا حافظ ہے۔ یہ ہندوستان ہے۔ یہاں مذہب سب کچھ ہے۔ سیاست کچھ شے نہیں۔ اسی بنا پر راجا گوپال اچاریہ نے سوامی جی مہاراج کو کہا تھا۔ کہ ابھی مذہبی سرگرمیوں کا وقت نہیں لیکن آج کون سنتا ہے۔ آگرہ کے میدان میں ہندو بھائیوں کی فاتحانہ سرگرمیاں اُنہیں اور خواب دکھا رہی ہیں۔ وہ سوراج اب اور طریق سے لینا چاہتے ہیں۔ اب مصالحت کی بات زبان سے نکالنا ہندو قوم کو اپنا دشمن بنانا ہے۔ اب تو یہ جنگ شروع ہو چکی ہے۔ اس کا خاتمہ خدا نہ کرے بظاہر دونوں قوموں میں ایک کے خاتمہ پر جا کر ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ایسی صورت میں انگریزی راج ہندوستان میں تب تک قائم رہ سکتا ہے۔ جب تک کہ ہمارے مرتے آواز صور سُن کر اٹھیں۔

شدھی کا جوش اب عقل سلیم سے دو چار ہاتھ آگے نکل چکا ہے۔

ایسی ایسی غیر ذمہ دارانہ تحریں شائع ہو رہی ہیں، جو ہمیشہ کیلئے
اتحادِ عمل کو ناممکن بنا دینگی۔ اور بداعتمادی کو مستقل طور سے
دلوں میں پیدا کر دیں گی۔ سوامی بھاسکر تیرتھ جانشین
شری سوامی شنکر اچاریہ کا اعلان مسلمانوں کے لئے کم صبر سوز
نہیں جس میں انہوں نے سوائے ۱۰ لاکھ کے باقی مسلمانوں کو مرتد
کرنے کی تجویز کو حصول سوراج کا ایک ذریعہ بتایا ہے۔ یہ ہے
سچا اتحاد۔ اس کے علاوہ اور سب صورتیں اتحاد کی جھوٹی ہیں اسی
اعلان کی روشنی میں ہندو بھائی بتائیں کہ سوراج کے معنے ہندو
راج کے علاوہ اور بھی کچھ ہیں؟

ہماری فراخدلی

اب واقعات سے آنکھیں بند کرنا بیوقوفی ہے،
دنیا کے سامنے ہماری پوزیشن صاف ہے۔
ہندو سنگٹھن کی ابتدا۔ شدھی کا اجرا ہمارے بھائیوں کی طرف سے
ہوا۔ اب قومیت یا سوراج کے نام پر کوئی اپیل موثر نہیں ہو سکتی۔
ہندو سنگٹھن کے یہ معنے ہیں، کہ اتحاد اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔
اس مشکل کی یہی ایک صورت ہے، کہ یورپین سیاست کی طرح
ہندو مسلمانوں میں مسلح صلح ہو۔ یعنی دونوں قومیں محبت قومی کیلئے
نہیں بلکہ جنگ کیلئے تیار رہیں، آپس میں خوف کر کے ہم ایک دوسرے
سے اُلجھنے سے پرہیز کریں، اس کے متعلق صاف الفاظ میں
اعلان ہو رہے ہیں۔ کہ ہندوستان میں صلح ہندوستانیوں کے مضبوط
ہونے میں نہیں بلکہ ہندو مسلمانوں کے علیحدہ علیحدہ مضبوط ہونے

سے ہی قائم رہ سکتی ہے۔ اگرچہ یہ وہم ہے۔ فریب ہے دھوکہ ہے
اور متحدہ قومیت کے خیال کو ناقابل تلافی صدمہ ہے۔ مگر کیا کیا
جاوے۔ ایک بڑی قوم اس پر مُصر ہے۔ اور ایک بڑی حد تک وہ
اس ہندو سنگٹھن کے خیال کو پیش کر چکی ہے۔ اِتنی دُور جاکر واپس
ہٹنا ان کے لئے قطعی محال ہے۔ اس بات سے مجھے انکار نہیں کہ
مُسلمانوں میں بھی ایسی تنگ ظرف جماعت موجود رہی ہے۔ جو مسلمانوں
کی مضبوطی ہی میں مسلمانوں کی خیر سمجھتی تھی۔ لیکن پیدا شدہ حالات
میں مُسلمانوں کے زاویہ نگاہ میں حیرت انگیز تغیر آگیا۔
مسلمانوں کا لیڈر ہندو ہو یہ دس برس پہلے کبھی وہم میں بھی نہیں
آسکتا تھا۔ مسلمان آزاد خیالی نے اس کو حقیقت کا جامہ پہنایا۔
میں تسلیم کرتا ہوں کہ مسلمان خلافت کے خیال سے اُٹھے۔ مگر اس سے
اِنکار بھی نہ کیا جائیگا۔ کہ جلدی ہی سوراج کی دھن میں لگ گئے۔
اور ایسے لگے۔ کہ بیرون ہند کی دلچسپیوں اور پین اسلامک خیال پر
بھی تبرّہ کہنے کو تیار ہو گئے۔ ہمارے گھروں میں مہاتما کا نام پوری
عزت۔ اور پُوری عقیدت سے لیا جانے لگا۔
گائے کے متعلق ہندو بھائیوں کے احساسات کتنے عمیق کیوں نہ ہوں
غیر مذاہب پر اُنکے احترام کی پابندی بے معنی اور مذہبی آزادی کی تحقیر
تھی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کو کبھی کسی چیز کی حرمت کا پابند کرنیکی
کوشش نہیں کی۔ مگر ترک گاؤکشی کی پابندی قبول کر لی جس کا اعتراف
کئے بغیر مہاشئے پرتاب جیسے بے تعصب وجود کو بھی چارہ نظر نہ آیا۔
اب بھی جب کہ ہم پر مذہبی یورش جاری ہے۔ اور اشتعال طبیعت کی

نت نئی راہیں نکالی جاتی ہیں۔ الحمدللہ گاؤکشی کے متعلق ایک بھی ذمہ دار شخص کے دل میں تزلزل پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ ادھر ساری اسلامی آبادی کے متعلق عناد کی چنگاریاں بھڑکائی جارہی ہیں۔ اور بھڑکتی آگ پر تیل ڈالنے والے بھی اتفاق سے وہی حضرات ہیں جو گائے کی محافظت میں مسلمانوں کے سب سے زیادہ منت کش تھے۔ اب جبکہ عامۃ الناس کی طبائع مکدر ہو چکی ہیں گاؤکشی میں کمی بیشی کے ذمہ دار خود وہ شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کو امتحان میں ڈالنے کی جرأت کی۔ تاہم ذی فہم نیک دل مسلمان کا فرض ہے کہ باوجود ان حشر انگیزیوں کے دامنِ صبر ہاتھ سے نہ دے اور ہمسایہ نوازی کا وہی جذبہ پیش نظر رکھے۔ ہماری آزاد خیالی اور رواداری کی حد کون باندھ سکتا ہے۔ اور تو اور شردہانند جی مہاراج کو جامع مسجد دہلی کے ممبر پر خود چڑھایا اور متحدہ قومیت کے لئے شہید ہوئے۔ میری زبان زیب نہیں دیتی کہ میں ہندوؤں کو تنگ دل کہوں مطلب پرست کہوں، تنگ خیال کہوں، اسلامی تہذیب ہمسایہ قوم پر ایسے الزامات لگانے کی متحمل نہیں، مگر عرض حال کے طور پر ہندوؤں کے طرز عمل کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں، ان تمام برادران وطن کے نیک خیالات کا اعتراف کرتے ہوئے جو ہر قسم کی نکتہ چینی عیب جینی سے بری اور پاک ہیں۔ میں عام سوسائٹی کے دل و دماغ کی کیفیت کو پیش کرتا ہوں۔ نیشنل کانگرس کو معرضِ وجود میں آئے چالیس برس کا عرصہ گزرتا ہے، ہر سال نقطہ داں نقطہ رس مسلمانوں کو کانگرس میں شمولیت کی دعوت دی گئی، غدر کے حالات اور اس میں ہندوؤں کی نمایاں علیحدگی پیش نظر تھی۔ اس لئے مسلمان کنارہ کش تھے۔ مبادا ہندو منجدھار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ سرسید احمد مرحوم اسی خطرہ کی بنا پر کانگرس کے برخلاف

ساعی رہے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ ۱۹۱۸ء تک کانگریس خالص ہندو جماعت تھی۔ اور اُس کی سیاسی قدر و قیمت دریوزہ گری کے سوا کچھ نہ تھی ۱۹۱۹ء کے واقعہ ہائلہ جلیانوالہ باغ نے ہندوستانی قومیت کو بیدار کیا۔ اُس وقت خلافت کا سوال پیش نظر نہ تھا۔ کوئی خالص اسلامی مفاد سامنے نہ تھا۔ رولٹ ایکٹ کی وجہ سے ہندوستان کی آزادی سلب ہوتی دکھائی دیتی تھی۔ مسلمان میدان میں کود پڑے۔ ہندو کے ساتھ خون بہا۔ غرض امرتسر کی کانگریس ایک زندہ کانگریس تھی جس نے تمام ملک کو ہلا دیا۔ ایوان حکومت میں تھلکہ ڈال دیا۔ اسکی وجہ یہ تھی مسلمان بطور جماعت اُس میں شامل ہو گئے تھے۔

اُس کے کہیں بعد یعنی مئی ۱۹۲۰ء میں خلافت کا سوال اُٹھا۔ اور دہلی میں تحریک ترک موالات کو پیش کیا گیا۔ ابتدا میں خلافت کے سوال کو سوائے مہاتما گاندھی کے کسی ہندو رہنما نے مُلکی سوال نہ بنایا۔ بلکہ قطعی طور پر سرد مہری برتی۔ دیکھو محضر نامہ بنام لارڈ چمسفورڈ وائسرائے ہاں سوراج جب نصب العین بنایا گیا۔ تو بھارت ماتا کی جے کے نعرے سنائی دینے لگے۔ اگرچہ اسلامی ممالک کے ساتھ کسی گہری ہمدردی کا ہندؤں نے اظہار تو نہ کیا۔ مگر مسلمانوں نے اُن کی خاموشی کو موافقت کے معنوں میں لیا۔ آج جب کہ سیاسی گرمیاں کم ہو کر تحریک پر اوس پڑنے لگی ہے۔ تو سب بھائی بھی کھاتہ کھول بیٹھے۔ اور حساب کتاب چکانے کی دعوت عام دیتے ہیں۔

جس کانگریس سے ہمیں ۴۰ سال سے بُلاوا آتا رہا جب ہم پہنچے۔

تو ہندو بھائیوں کو کانگریس پر اسلامی قبضہ کا وہم ہو گیا ہے۔ آج بھی پریس اور پلیٹ فارم پر ہماری نیتوں کے متعلق عجیب عجیب خیالات کا اظہار ہو رہا ہے، جو خود اُن کی نیتوں کے آئینہ دار ہیں۔ اگرچہ ہم بھی مُنہ میں زبان رکھتے تھے، اور ہاتھ میں قلم پکڑنا جانتے تھے، ہندو بھائیوں کی مُسلسل چھ ماہ کی ایجیٹیشن کے باوجود لب بستہ و دست بستہ رہے، قومی جدوجہد میں دونوں قوموں کی قربانیوں کو کانٹے کے تول تول کر دیکھنا ذراسی کمی بیشی پر چراغ پا ہونا خلوص نہیں بلکہ دوکانداری ہے، یہ کھلا راز ہے۔ کہ دُکانداری سے مُسلم عاری ہے، تاہم اگر بٹے ڈال کر دیکھنا ہی ہے، تو آدمی کے مقابلہ میں آدمی۔ تعداد کے مقابلہ میں تعداد سزا یافتگاں دیکھ لی جائے۔ جھوک مار کر ترازوئے انصاف کو جھکانا تو ہمیں نہیں آتا، مگر دیانتداری سے کہتے ہیں کہ بیرونی حملہ آوری سے اسلامی سلطنت کا ہندوستان میں قیام کبھی وہم میں بھی نہیں گزرا۔ البتہ موجودہ نکتہ چینیوں نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں کہ ہندوؤں کو کیا ڈر ستا رہا ہے ✦

شُبہ کیا جاتا ہے۔ کہ پچھلے دو سالوں میں ہندو بھائی ٹرکی کے مرد بیمار کی بزعم خود ارتھی اُٹھا چکے تھے۔ مصطفےٰ کمال کی مسیحائی سے اُس مُردہ کے زندہ ہو جانے نے اور سمرنا کے مُردہ گھاٹ سے اُٹھ آنے نے ہندو بھائیوں کو بھوت بن کر ڈرا دیا۔ اس غرض کو پوشیدہ نہیں رکھا جاتا بلکہ ڈنکے کی چوٹ اس کا اظہار کیا جاتا ہے، ڈاکٹر گوکل چند نیرنگ کے خیالات دلچسپی کا موجب ہیں۔ غرض عالم اسلامی کی تنظیم نے مُسلمانوں سے نفور اور خوفزدہ بنا دیا۔ اب رہ رہ کے وہم آتا ہے۔ کہ

مسلمانوں نے یہ ساری جدوجہد خلافت کے لئے کی ہے، سوراج کیلئے
نہیں کی، اور غرض مُضمر ہندوستان کی آزادی نہ تھی؛ بلکہ ہندوؤں کی
بربادی تھی۔ سچ پوچھو تو یہ خوف ہی تھا، کہ کامل آزادی کی خواہش
کو جو فطرت انسانی ہے مسترد کرکے ہندو من حیث القوم برطانیہ کے
سایۂ عاطفت کے نیچے ہی پہنچنے کے خیال گھڑے ہوئے ہیں اور اس وہم
سے بڑے سے بڑے آدمی کو بھی رستگاری نہیں؛ اب تو برملا دھمکیاں
دی جارہی ہیں، کہ مسلمان ہندؤں سے بگاڑ کر باہر ممالک اسلامی کی
قبر کھودینگے۔ اور ہندوستان میں عاقبت خراب کرینگے۔

دھمکیاں دیتے ہو کیوں جذبۂ دل کی اے داغ   بندہ پرور نہ یہ محبت میں حکومت کیجی

پروپاغندا

ہندو سنگھٹن یا تنظیم کو مقبول عام بنانے کے لئے کس قسم کے ہتھیار
برتے جاتے ہیں، اُن پر برادران وطن کو مبارکباد نہیں دی جاسکتی۔
مسلمانوں کو اُن پر نظر غائر ڈالنا کام کی بات ہوگی۔ مہاشئے پرتاپ
جماعت بندی کی اغراض کی تکمیل میں کچھ تصویریں شائع کرتا ہے،
حقیقت رائے مسلمان حاکم کے سامنے پابہ زنجیر ہے۔ جو اُسے
اسلام یا تلوار پیش کرتا ہے۔ اور آٹھ ماہ واقعہ ہائے گذرنے
کے بعد ملتان و مالابار کے سبب چھٹنے سے ہندو چونک پڑتا ہے +
تصاویر ملاحظہ ہوں۔
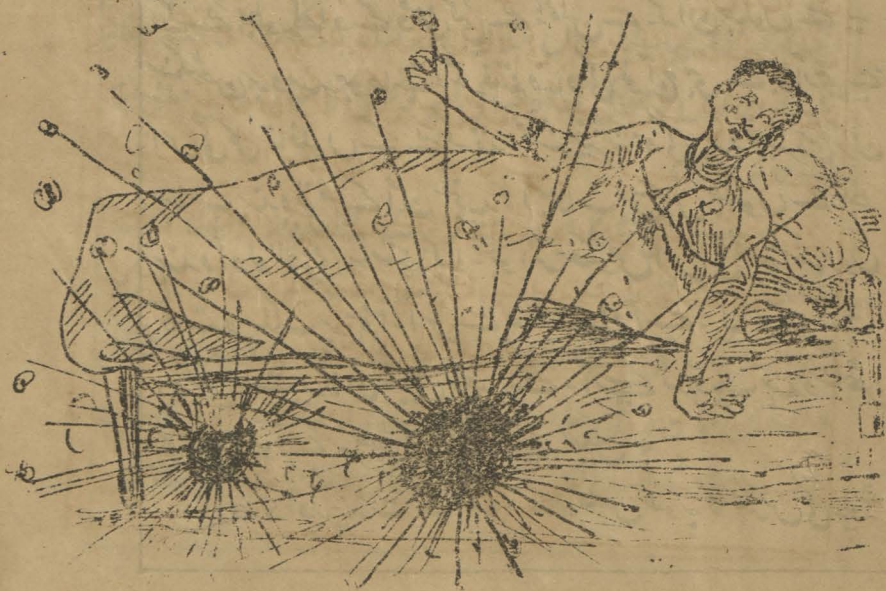
جن افکار و حوادث سے آج مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ اگر یہی آلام و مصائب کسی اور قوم پر ہوتے تو صبر کا دامن ہاتھ سے جاتا رہتا۔ ایک طرف مہیب پیمانہ پر عزیز ہمسایہ منتقمانہ تیاریوں میں مصروف ہے۔ اور بعض افراد مذموم ترین وسائل کے استعمال سے گریز نہیں کرتے۔ دوسری طرف مذہب کے لطیف ترین احساسات کو اجتماعی طور پر برانگیختہ کیا جارہا ہے؛ ارباب وفا جبرت کی آنکھ سے سب کچھ دیکھتے ہیں۔ کایا پلٹ۔ رُخ بدل۔ گرگٹ صفت ہمسفروں کی دو رخی وضعف جگر ہی پر دست تاسف مل رہے ہیں۔ ہاں اور قوم ہوتی تو آج سراپا نالہ ہوتی مگر مسلمان ہیں کہ ذرا پسیجتے نہیں۔

صرف یہی نہیں مسلمان مقررین کی تقریروں کے غیر مربوط فقرات کو دیکھ کر شور محشر بپا کیا جاتا ہے؛ اس کا تازہ شکار مولوی معظم علی ہے؛ جس کی اجمیر کی تقریر توڑ مروڑ کر ہندو تنظیم کا میدان تیار کرنے کے لئے بطور کھاد کے ڈالی گئی ہے؛ ممکن ہے۔ کہ ان حیلوں سے یہ سنگٹھن برومند ہو جائے؛ مگر فتنہ فساد کی تو آج ہی سے بو آرہی ہے۔ اس کی کل غافلوں کے لئے کسقدر محشر خیز نہ ہوگی۔ پروفیسر برج نرائن صاحب ہندو قوم کے اُن سنجیدہ اصحاب میں سے ہیں۔ جنہوں نے غلط ہندو اولوالعزمی پر متنبہ کیا۔ جو اثر معکوس اس کی قیمتی مشوروں کا ہندو پبلک پر ہوا۔ اُس سے صاف عیاں ہے؛ کہ اِس وقت وہ کسی بات پر کان نہیں دھر سکتے۔ آپ کے نزدیک ہندو سنگٹھن کا مفہوم سوائے سر پھٹول کے اور کچھ نہیں ٭

اور تو اور پنڈت کے سنتانم صدر مجلس صوبہ کانگرس کی رپورٹ

در بارہ واقعہ ملتان پر جو نے دے ہوئی وہ چشم عبرت سے پوشیدہ نہیں۔ قصور یہ تھا کہ کیوں اُنہوں نے لالہ بودھراج سکرٹری صُوبہ کانگریس کی ہندو بچوں کو کنوئیں میں گرائے جانے کی ابتدائی رپورٹ کی آنکھیں بند کر کے تصدیق نہیں کی۔ اور لالہ خورسند رائے کے ہندو دیویوں کی عصمت دری کے بے بنیاد الزامات کی تردید کیوں کی ہے۔ واقعات مالابار اور ملتان تو در اصل بہانہ تھا۔ اِحتمال کیا جاتا ہے۔ کہ ہندو قدامت پسندی مُسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی روادار نہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایسے ایسے ہنگامے اور شورشیں ہمیشہ رہی ہیں۔ اپنے عزیز اور رشتہ داروں میں لڑائیاں اور جنگ ہوتے ہیں۔ اور ہولناک اتلاف جان وقوع میں آتے۔ مجھے ذاتی تجربہ ہے کہ ایک گاؤں میں بیک وقت ۹ قتل ہوئے۔ مگر ان واقعات نے کبھی یہ مہیب صُورت اختیار نہیں کی ؛

جہاں میں نے کانگرس میں ہندو مسلمانوں کی کیفیت دماغی کا ایک مختصر ذکر کیا ہے۔ وہاں ملتان اور کٹار پور کے واقعات کا مقابلہ کر کے دونوں قومی آزاد خیالی صبر و تحمل کا موازنہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا ؛

تعزیہ پر سیج یا بجث سے گریز کے لئے مفروضہ اینٹ گرنے پر مُسلمان بھڑکے بغیر کسی سازش کے اصلاح کے مشورہ یا تیاری کے یک بیک ہجوم کے غضبناک ہو جانے سے فساد رُونما ہوا مقابلۃً کا نقصان جان و مال ہوا۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ ہندو بھائیوں کا زیادہ نقصان ہوا۔ مگر مُسلمانوں کے نقصان مال و جان سے بھی انکار نہیں

کیا جا سکتا۔ اتلاف جان میں تین پانچ کا فرق تھا، اول اول اُسے
مقامی اہمیت حاصل تھی ہندو اخباروں نے اس ایجیٹیشن کو وسعت
دی مسلسل پروپاغندا نے ہندو پبلک میں بےچینی پیدا کر دی، آریہ
اخبارات کے بند نہ ہونے والے سلسلہ مضامین نے ہندو بھائیوں
کے دل میں زخم گہرے سے گہرا کر دیا، مختصر یہ کہ واقعہ ہائلہ کے ابتدا
میں حالت ایسی ناخوشگوار نہ تھی جیسی تلخ صورت اب ہو گئی ہے،
جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ ایک جماعت ایسی حالت پیدا کرنے پر
اُدھار کھائے بیٹھی تھی۔ ہندو مسلمانوں میں موجودہ صورت کشیدگی
اس واقعہ سے نہیں، بلکہ ہندو پریس کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے،
جو جوں دیر پڑتی جاتی ہے۔ توں توں معاملہ کو زیادہ سے زیادہ اہمیت
مل رہی ہے، یہ غیر ذمہ وار و غیر دیانتدارانہ کوشش پیدا شدہ حالات کی ذمہ
واری کے لئے کسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ گرد و پیش کے حالات
سے نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر حضرات حیران تھے، کہ پیاہ میں
بیج کے لیکھے کے کیا معنے، مگر اب شاید معلوم ہو گیا ہو گا کہ سوراج
ایجیٹیشن میں شدھی ایجی ٹیشن کا کیا مطلب ہے۔ ہندو مسلمانوں کے
بڑھتے ہوئے اتحاد میں شدھی کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ گورنمنٹ کے ان
کوتاہ اندیشوں نے وہ کام کیا جو شاید گورنمنٹ کا بڑے سے بڑا تنخواہ دار
عملہ بھی نہ کر سکتا۔ ایسا کہنا آج اسلام کی کمزوری ہے۔ ہاں یہ ضرور
ہے۔ کہ اس کا خمیازہ ہندوستان کی نسلوں کو ضرور بھگتنا پڑیگا۔

میں اصل بحث سے ذرا پیچھے ہٹ گیا ہوں۔ ہاں ہندوؤں کی
ملتان کے واقعہ کے ۸ ماہ بعد وہ حالت ہے جو ابتدا میں نہ تھی بلکہ اس

سوال کو روز بروز گھناؤنا بنایا جارہا ہے؛ آؤ کٹار پور کے واقعہ ہائلہ پر بھی نظر ڈالیں اور مسلمانوں کا امتحان کریں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔

کٹار پور کا خونیں واقعہ ہندو تنظیم یا سنگٹھن کا ادنےٰ کرشمہ تھا؛ جس میں بے گناہ مسلمانوں پر صلاح مشورہ کر کے پوری تیاریوں کے بعد بے خبری میں حملہ کیا گیا۔ زندہ بے گناہوں کے لئے چتا تیار رکھی گئی۔ بوڑھے اور نوجوان مرد بلا تمیز بھڑکتے شعلوں کے نذر کر دیئے گئے۔ بیکسوں کی فریاد و فغاں مظلوموں کے نالہ و شیون اُٹھے اور شعلوں میں ختم ہو گئے؛ وہ جو ہمیشہ مسلمانوں پر مذہبی دیوانگی کا الزام لگاتے ہیں وہ گوش حق نیوش سے سُنیں۔ یہ انسان کشی اس لئے روا رکھی گئی تاکہ گاؤکشی بند کیجادے۔ مالابار اور ملتان کے واقعات سن کر رد دینے والوں کو کسی دن یہ بھی خیال آیا؛ کہ کٹار پور کے مظلوم بھی کسی کے بھائی بند تھے۔ میں گوپال منہ کے کڑوے سچ کو دُہرانا نہیں چاہتا۔ نہال چند خورسند کی کہانی کو درست فرض کر لیتا ہوں۔ کہ موپلوں نے ہندؤں کو اسلام اور تلوار پیش کی؛ کہ یا اسلام لاؤ ورنہ تلوار کی گھاٹ اُترو۔ آؤ دوسری طرف دیکھو ہندوؤں نے اپنی باری گئو رکھشا اور موت کی بجائے کٹار پور میں مسلمانوں کے سامنے صرف موت ہی پیش کی؛ مالابار کے دردناک افسانے بنانے والے اور ملتان کی ہیبت ناک تصاویر دکھانے والے بھائی! سانپوں کو دودھ پلانے والوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے جلائے جانے کے منظر کو ساتھ بڑھاویں؛ تاکہ تصویر کے دونوں

رخ دُنیا میں روشن ہو جائیں ؛ یعنی ہندؤں کا رحم اور مُسلمانوں کی سفاکی ؛

سازِ اتحاد ابھی خاموش تھا۔ اور حب وطن کے ترانے ابھی تاروں سے نہ نکلے تھے۔ مگر مسلمانوں کو دیکھئے کہ بھائیوں کے زندہ جلائے جانے کے بعد قاتلوں کے حق میں ایک محضر نامہ تیار کر کے گورنمنٹ کے پاس بھیجا؛ کہ ان بے رحموں پر رحم کیا جائے ڈاکٹر کچلو کی صدارت میں اُمرتسر میں بھرے مجمع میں اسی مضمون کی قرارداد پاس ہوئی۔ نہ کسی نے خون بہا مانگا۔ نہ نقصان مال کی تلافی کی درخواست کی۔ نہ ملامت کرنے کی زحمت کسی ہندو بھائی کو دی گئی۔ اگرچہ چار اطراف ہند سے ملتان کے مسلمانوں پر ملامت کی گئی ؛ اور وہ نقصان کی تلافی کو آمادہ ہیں۔ بہت سزا بھگت رہے ہیں۔ باقی تیار ہیں۔ ہندو بھائی ہیں کہ کسی طرح تسلی واطمینان نہیں کرتے ؛

سنگٹھن کی صورت

مہاتما کی عظمت اور ہندو قوم کی وقعت دنیا کی نظر میں اسی لئے تھی۔ آہنسا اصول زندگی تھا۔ کیسا انقلاب ہے۔ کہ کل جو اہنسا پر بطور مذہب کے فخر کرتے تھے۔ آج لٹھ بند ہو رہے ہیں ہندو والنٹیر بزے بھالے بیکہ جگہ جگہ پریڈ لگاتے مصنوعی جنگیں کرتے ہیں۔ ہندو سنگٹھن کی تحریک نے مہاتما کی تعلیم کا ہندؤں میں عملاً خاتمہ کر دیا۔ ہر جگہ مسلمان سبزی ترکاری والوں کا بائیکاٹ شروع ہے؛ مسلمان ٹانگے ٹم ٹم والوں کی بھی صورت یہی ہے۔ مسلمانوں کو مکان اور دکان سے جواب دیا جا رہا ہے۔ خدارا غور کرو کہ اس ملک

میں مہاتما کی عدم تشدد کی روح کام کر رہی ہے۔ یا مالوی جی کا جذبہ کار فرما ہے۔ جب ایک قوم اس طرح کھلے بندوں تیار ہو رہی ہو تو دوسری قوم کو خاموش بیٹھنے کی کامیابی سے ترغیب نہیں دی جا سکتی۔ یہ صورت ایک شہر میں محدود نہیں بلکہ یہ انتقامی نظام پنجاب کے طول و عرض میں پھیلا دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ بدظنی اور شکایت بیجا نہیں کہ اگر مسلمان اسی طرح بے خبر رہے۔ تو کٹار پور اور شاہ آباد کا خونیں منظر ہر اسلامی بستی میں دوہرایا جائیگا۔ اور وہ اپنے احتمال کا صاف اظہار کرتے ہیں۔ اور برملا کہتے ہیں کہ ہندو سنگھٹن سے مراد مسلمانو سنگھٹن یعنی گلا گھونٹنے سے ہے۔ اور یہ کہ ہندو مسلمانوں کو بھول بھلیاں میں رکھ کر مالابار اور ملتان کا وسیع پیمانہ پر انتقام لیا چاہتے ہیں۔ جہاں ایٹہ اور آگرہ میں اپنی تنظیم کا مذہبی نظارہ دکھایا ہے وہاں اقتصادی لحاظ سے مسلمانوں کو بالکل تباہ کرنے۔ اور جسمانی میدان میں شکست دینے کی تیاریاں ہیں +

اشاعت مذہب جوش جہاد کا قیام و استحکام ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسکی راہ میں جاں سپاری کے خیال سے غافل ہو جانا خسران ایمان کی دلیل ہے۔ جس دل میں میدان محاربہ کی کشش نہیں وہ خوگر الحاد ہے۔ مسلمان پر کوئی گھڑی نہ گذرے جب کہ موت کا خوف اس پر طاری ہو۔ مگر جذبہ سرفروشی جتنا مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ اتنا ہی اس حس کی نگرانی بھی لازمی ہے۔ مبادا حرارت ایمان کو غلط راہ پر لگا دیں۔ اشاعت اسلام جو ویسا ہی فرض ہے اس سے غافل ہو جائیں۔ اگرچہ جوش جہاد ہم میں موجود ہے۔ لیکن تبلیغ سے ہم قطعی نا آشنا ہیں۔ حالات ملکی اور مفاد اسلامی کو مد نظر رکھ کر میری یہی رائے ہے کہ مسلمان فساد سے بچکر اصلاح کی طرف لگجائیں کیونکہ ہر میدان میں ہر شعبہ زندگی میں ان کی حالت خراب ہے +

آپ بڑے خوش ہونگے کہ اسلامی نام کی ہزاروں جماعتیں مسلمانوں میں موجود ہیں۔ مگر ان کی مساعی وسرگرمی محض مسلمانوں کو کافر بنانے تک محدود ہیں۔ اگر لاکھوں نہیں تو ہزاروں مدارس دینی بھی موجود ہیں۔ مگر وہاں بھی اندرونی مباحث کے لئے میدان تیار کئے جاتے ہیں ہندوستان بھر میں مندرجہ ذیل تبلیغی جماعتیں موجود ہیں:

قادیانی احمدی۔ لاہوری احمدی۔ انجمن دعوت وتبلیغ لاہور۔ انجمن اشاعت یونانی علاقہ مالابار۔ انجمن ترغیب وتعلیم اسلام بمبئی۔ اللہ الصمد خیر صلاح۔ اس میں قادیانی احمدی جماعت کی مالی حالت الحمدللہ تسلی بخش ہے مگر بدقسمتی سے ایک عیب ہے۔ کہ اسکے ممبران کی زیادہ تر توجہ جماعتی دعوت میں خرچ ہوتی ہے حالانکہ اُن کے اردگرد میدان خالی ہوتا ہے۔ تاہم نتائج کے اعتبار سے بھی کچھ کم قابل اطمینان نہیں۔

لاہوری احمدی۔ اگرچہ مقاصد عالی۔ ہمت بلند ہے۔ مگر مالی حالت کچھ زیادہ تسلی بخش نہیں۔

انجمن دعوت تبلیغ لاہور ابھی تین سال کا بچہ ہے۔ تاہم کام اطمینان بخش مگر مالی حالت کمزور ہے۔

انجمن اشاعت یونانی۔ نتائج کے لحاظ سے سب سے قابل فخر مگر بوجہ گوشہ ملک میں ہونے کے گمنام اور اس لئے مالی حالت سخت خراب ہے:

انجمن ترغیب وتعلیم اسلام بمبئی مسلمانوں کی تبلیغی حس کا ماتم کرتی

ہوئی۔ دم توڑ رہی ہے۔ آؤ اس کے مُقابل میں دیگر مذاہب کی سرگرمیوں کو سرسری نظر سے مطالعہ کریں۔

۱۹۱۳ء میں ہندوستان۔ سیلون (لنکا) اور برہما میں کل ۱۳۶ مسیحی جماعتیں کام کر رہی تھیں۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱	امریکہ اور کینیڈا کی تبلیغی جماعتیں	۴۱
۲	آسٹریلیا کی تبلیغی جماعتیں	۸
۳	برطانوی یعنی انگریزی تبلیغی جماعتیں	۴۱
۴	لنکا کی تبلیغی جماعتیں	۳
۵	برّاعظم کی تبلیغی جماعتیں	۱۲
۶	ہندوستان کی تبلیغی جماعتیں	۷
۷	بین الاقوامی تبلیغی جماعتیں	۳
۸	آزاد تبلیغی جماعتیں	۹
۹	بلدی تبلیغی جماعتیں	۱۲
	میزان	۱۳۶

تمام مشنری جماعت کا خرچ سالانہ ۵۲ کروڑ روپیہ اور انکی مساعی کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ کہ عیسائی ۱۲۶ فیصدی تک بڑھے ہیں۔ اور ایک سال کے اندر ۲۰ ہزار نفوس اُس ریاست میں داخل عیسائیت ہوگئے ہیں۔ جو سب سے بڑی اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔ اور وہ صوبہ جو مذہبی تعلیم کا مرکز کہلاتا ہے۔ وہاں ۳۷ فیصدی عیسائی بڑھے ہیں۔ اگر عیسائیت کی یہی رفتار اور مسلمانوں کی یہی غفلت رہی تو ۱۰۰ سال کے اندر اندر تمام ہندوستان عیسائی مذہب اختیار کر لیگا۔

اور سوراج کا مسئلہ آسانی سے حل ہو جائیگا +

اب ذرا ہندو جماعتوں کے تگ و دو پر غور فرمادیں۔ آج سے ایک صدی پہلے مسلمانوں کا ہندو مذہب میں شامل ہونا کبھی وہم میں بھی نہ گزرتا تھا۔ مگر آج یہ حقیقت نفس الامری ہے۔ ہندوؤں کی تبلیغی جماعتیں مفصلہ ذیل ہیں +

۱ آل انڈیا شدھی سبھا۔ ۲۵ سال سے سرگرم کار

۲ برہمو سماج ۱۸۲۸ء سے کام کر رہی ہے۔ ہزاروں مسلمان یتیم بچے انکی نگرانی میں پرورش پا رہے ہیں۔ جو عملاً ہندو اور ہندوانہ تمدن کے ماتحت پرورش پا رہے ہیں۔

۳ پرارتھنا سماج۔ اس کے ۱۵ مرکز ہیں اسکے ماتحت متعدد درسگاہیں ہیں۔

۴ ہندو مشن میسور۔ اسکے بھی متعدد مدارس ہیں۔ اس کا کام اچھوت لوگوں کو ہندو بنانا ہے سب سے قابل ذکر آریہ سماج ہے +

آریہ سماج۔ یہ سب سے بڑی اور منظم جماعت ہے۔ تمام شمالی ہند میں جال کیطرح پھیلی ہوئی ہے۔ اور اب جنوبی ہند میں بھی سرگرم کار ہے اگرچہ صحیح اندازہ آمد و خرچ کا لگانا ممکن نہیں۔ تاہم یہ سچ ہے کہ کروڑوں روپیہ تعلیمی اور تبلیغی اغراض کیلئے ہر سال خرچ ہو رہا ہے۔ ہر بڑے قصبہ میں سماجک مکتب ہے۔ اسلامی مدارس کی طرح بیخبر نہیں۔ بلکہ سکول سٹاف کا ہر ممبر سماج کا اعزازی مبلغ بھی ہے۔ گویا سماج کا ہر مندر اور مدرسہ تبلیغی مرکز کا کام دیتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں آریہ سماج ہے۔ نام کی نہیں بلکہ کام کی جماعت ہے۔ میں اپنے سماجی دوستوں کو ذاتی کام سے فارغ ہو کر فوراً اصلاحی و تبلیغی کام میں لگ جاتے دیکھ کر بڑا خوش ہوتا ہوں۔ زندگی کا ایک لمحہ بھی اپنے خیال کی تبلیغ سے فارغ نہیں جانے دیتے

طریقِ کار

عقلمند اور بہادر وہ ہے جو جوش وہیجان میں دل و دماغ کو صحیح رکھے۔ اگرچہ صورتِ حالات اِشتعال انگیز اور صبر سوز ہیں تاہم ہمیں بہادر اور باوقار قوم کی طرح عفو و در گذر کرنا چاہئیے۔ اور برداشت وتحمل سے کام لینا چاہئیے۔ شکوہ وشکایت سے بے نیاز ہوکر مرض اور اُس کے علاج کی طرف لگ جانا چاہئیے قبل اسکے کہ لائحۂ عمل پر غور کریں۔ ہمیں اِن قوموں کے ذہن اور مزاج کا مُسلمانوں کے ساتھ مُقابلہ کر لینا از بس ضروری ہے۔ جن کا ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حاکم انگریز، ہمسایہ ہندو، دونوں سے دور بینی میں ہم کم نہیں۔ ہاں لاپرواہی میں سب سے بڑھ کر ہیں یعنی خطرہ کو دیکھتے بھی ہیں۔ مگر بچاؤ کی تدبیر کو تقدیر کے حوالہ کر کے راحت طلبی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انگریزوں میں جوش بھی ہے عمل بھی۔ ہندؤں میں جوش ندارد مگر وہ عمل مجسم ہیں۔ مُسلمان جوش میں شعلہ طور۔ عمل سے مجبور و معذور۔ نتیجہ عیاں ہے۔ کہ کوئی خالص اسلامی تحریک ایسی نہیں جو گورنمنٹ اور ہمسایہ قوم سے بے نیاز ہو کر قائم رہی ہو۔ بارہا بھی تو مہمان یک شب ہو کر۔ ہندوستان میں اِسلام ایک مُردہ لاش ہے جو دُوسروں کے کندھوں کی شرمندۂ احسان ہے

ہر اِسلامی تحریک کی ابتدا میں زمین آسمان ہل جاتا ہے۔ جوش کا سمندر ساحل صبر سے ٹکراتا ہے۔ مخالف خائف اور حیران ہو جاتے ہیں۔ یکا یک نہر بند ہو جاتی ہے۔ ہوا سر سے نکل کر حباب پھٹ جاتا ہے۔

چند دن میں اسلامی ہند کی سطح ایسی پُر سکون نظر آتی ہے، گویا کوئی لہر کبھی اُٹھی تک نہ تھی۔ پھر نظرِ عبرت سی سالہ تحریکات پر ڈالو۔ اور بتاؤ کیا مسلمان ہندوستان میں مردہ لاش نہیں جو دو سرو نکے کندھے پر ہی اُٹھ سکتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار +

کام اور نظام سے پہلے ہمیں قیام و بقا پر غور کرنا چاہیئے۔ مبادا مسلمانوں کی بد مذاقی کے باعث تبلیغی و حفاظتی نظام کا بھی جلدی جنازہ نہ نکالنا پڑے۔ ہر مسلمان کو سوچ رکھنا چاہئے، کہ اگر ضروریات حاضرہ کو مدِ نظر رکھ کر کوئی نظام بن کر بگڑا تو صدیوں تک ہماری ہمتیں پست ہو جائیں گی۔ کسی نئے نظام کے قیام کی کبھی جرأت نہ پڑیگی، مسلم لیگ مسلمانوں کی ہمت کو روکر موت کے گڑھے میں اُتر چکی۔ مجلس خلافت خود مسلمانوں ہی کے حملوں سے چراغ سحری ہے؛ عامۃ المسلمین کی سرد مہری بلا تصدیق و تحقیق تمام مخلص کارکنان کے خلوص پر شبہ اور فرشتہ خصلت درویش منش اِنسانوں کے چال چلن پر روز افزوں ناواجب شکوک کا اظہار اِس بڑی تحریک کی عُمر کو کم کر رہا ہے، اگر چار ماہ میں غیر معمولی حالات پیدا نہ ہو گئے۔ تو خلافت کا یہ عظیم الشان نظام جو مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں کا نتیجہ تھا۔ خاک میں مل جائیگا، ہر طبقہ کے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ قومی مجالس سے بے اعتنائی اور بیزاری میں بھی وہی اصول کام کرتا ہے۔ جو عرض ہو چکا۔ کہ اُبال تو قوم میں پیدا ہو جاتا ہے پھر جلدی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ یہ خطرناک عادت مسلمانوں کی فطرتِ ثانی ہو گئی ہے۔ کبھی کوئی جماعت قائم نہیں رہ سکتی جب تک مسلمانوں کی

اِس عادت کے بدلنے کے لئے وُسیع پیمانہ پر کام نہ شروع کیا جاوے ہر خیال کے مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں اسکی نشرو اشاعت کریں۔ تاکہ جوش کے ساتھ عمل کا جذبہ بھی پیدا ہوجائے تمام مجالس کے ماتحت ایک شاخ ایسی ہو جو وقتاً فوقتاً مختلف طریقوں سے یہ ذہن نشین کرائے کہ کام کے جاری رہنے ہیں قوم وا سلام کی فتح ہے

مسلمانوں کا دامن جس طرح عمل سے خالی ہے۔ اسی طرح خیال کمزور اور ہمت پست ہے۔ مُسلم اخبارات اور مسلم نامہ نگاروں کے مضمون پڑھو۔ یہی پاؤ گے کہ کسی نہ کسی رنگ میں سیاسی سرگرمیوں سے مسلمانوں کی علیحدگی کے اِحتمال کی دھمکیاں دی جارہی ہیں یہ بے لبسی ہے شکست کا اِعتراف ہے۔ کیونکہ قوموں کی جدوجہد میں لفظی دھمکی کچھ شئے نہیں۔ تیاری وتنظیم سب چیز ہے۔ اس وقت مُسلمانوں کی بدحواسی قابل دید ہے۔ اور اُن کی مثال بالکل باغی فوج کی ہے۔ جو دُشمن کے حملہ کی مُدافعت کی بجائے اَپنے اُفسر کی کی جان وعزت کے درپے ہو۔ تمام زور فصاحت اسوقت نظام خلافت کے برخلاف خرچ ہورہا ہے۔ حالانکہ ساری توجہ اصلاح ودفاع کی طرف لگنی چاہئے تھی۔ اگر یہی صُورت رہی۔ تو وہ دن دور نہیں جبکہ بجائے اِس وقت سے فائدہ اُٹھا کر نظام تبلیغی بنانے کے مجالس خلافت مٹ جائیں۔ اور جماعتی زندگی کی تھوڑی بہت امید کا بھی خاتمہ ہوجائے *

ہندو سنگٹھن کا جواب

ایسے نازک حالات میں عہدہ برا ہونا مشکل ہے۔ خطرناک تحریک و تجویز ملک میں خوفناک نتائج مرتب کر سکتی ہے۔ اس لئے جسمانی قوا کو متحرک کرنے کی بجائے ان کے ساکت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہندو سنگٹھن کے مقابلے میں مسلمانوں میں مادی تحریک کو جاری کرنا دونوں قوموں کی پامالی کا موجب ہو سکتا ہے۔ آج مسلمانوں پر امتحان و ابتلا کا وقت ہے۔ صرف اخلاق محمدی سے ہم حریف سے بازی لے جا سکتے ہیں۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ سے نہیں بلکہ گالی کا جواب انکسار سے دینا چاہئے۔ ہندو پریس کے غیر دیانتدارانہ پروپاگنڈا نے بے ضرر قوم کو خشمگین کر دیا ہے۔ آج مسلمانوں کو تحمل کرنا چاہئے۔ حالات بلا شبہ اشتعال انگیز ہیں۔ مگر میں مسلمانوں کو یہی کہونگا کہ آؤ ہندوؤں کو محبت سے جیتیں۔ اور بتائیں کہ ہم جسمانی حملہ آوروں کا روحانی حربہ سے مقابلہ کریں گے۔ اس وقت ہندو سنگٹھن کے مقابلہ میں اسلامی جماعت بندی محض اس غرض کے لئے ہو۔ کہ اگر ہندو سر توڑنے کے لئے آئیں تو مسلمان سر جھکائیں۔ اور اصلاح و اشاعت کیطرف قدم بڑھائیں اور جسم کو مضبوط بنائیں ہندو بھائیوں نے مالوی جی کی سیادت کو قبول کر لیا ہے۔ آؤ ہم مہاتما کی رہنمائی پر اعتماد رکھیں۔ کیونکہ اس سے رسول عربی کی مکی زندگی کی بھولی یاد تازہ ہوتی ہے "یعنی ضرب بیداد سے سر کا لہو جوتوں میں جم جائے مگر دل میں بال اور ماتھے پر شکن نہ آئے۔ پنڈت مالوی جی شوق سے

ع۱
درگا کی دیویوں کو آتشین اسلحہ سے مسلح کریں مگر مسلمان دیوتا
بن جائیں۔ اُنکی نگاہ میں شرم و حیا محبّت و مروت ہو دل قوی ہو
کہ برداشت کریں۔ مگر ہاتھ بے ضرر ہوں مبادا انتقام پر اُتر آویں
میں اِس وقت ہندوستان کی خیر اسی میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک بھائی
اگر آمادۂ فساد ہو۔ تو دوسرا مائل بصلح ہو۔ ورنہ بدقسمت وطن میں
جن محشر خیزیوں کا سامنا ہوگا۔ اسکے تصور سے انسان لرزہ براندام
ہوتا ہے۔ پس بار بار کہتا ہوں کہ ہندو بھائیوں کی تیاریاں خواہ منتقمانہ
ہوں مگر جواب مزید منتقمانہ طیاریوں سے نہیں دینا چاہئے۔ ہمارے
عظیم الشان قومی نظام اگر ایک دوسرے کے انتقام میں لگ گئے۔ تو
یہ بھوت کی طرح ہمیں کھا جائیں گے۔ وقتی جوش سے متاثر ہو کر
گلے پڑنا زندگی کا ثبوت نہیں۔ بلکہ کمزور دل و دماغ کی دلیل ہے؛
اگر جوش کے وقت ناعاقبت اندیشی کا اظہار ہی قوت و زندگی ہے
تو مسلمان قوی ہیں۔ زندگی مُسلسل کام اور ان تھک کوششوں کا نام
ہے تو موت ہم پر طاری ہے۔ دلیل لانے کی ضرورت نہیں جو شخص
مُسلمانوں کو جوش دلا کر سونٹے لاٹھیاں ہاتھ میں رکھنے کی ہدایت کرتا ہے
وہ نادان ہے۔ آج جوش وہیجان سے بے نیاز ہو کر دیکھو کہ کس مرض نے
ہمیں مفلوج کر دیا ہے۔ تمدنی و تعلیمی و اقتصادی حالت کا اندازہ لگاؤ۔
عامۃ المسلمین کو دیکھو۔ دین سے سروکار نہ دنیا سے حصہ۔ کیا آج اصلاح کا
وقت ہے۔ یا فساد کا ہمیں اس جوش کو صحیح۔ راہ پر لگانا۔ اس سے کام لینا
چاہئے۔ انجن ڈرائیور بھاپ کو اندازہ و اختیار میں رکھ کر لاکھوں من وزنی ریل

ع۱ یہ پنڈت مالوی جی کے الفاظ ہیں +

کو چلاتا ہے۔ اگر ذرا کمی ہو تو انجن فیل ہو جاتا ہے۔ اگر زیادتی ہو۔
تو بائلر پھٹ جاتا ہے۔ اب بائلر پھٹنے کو ہے۔ مسلمانوں کو جوش دلانے
کا وقت نہیں۔ بلکہ بھاپ کو اس طرح رجوع کرنے کا وقت ہے۔ کہ گاڑی
بجائے رُکنے کے منزل مقصود پر پہنچ جاوے۔

اگر میری بات تلخ ہو۔ اور عوام کے ناقابل قبول۔ پھر سوائے خون
خرابہ کے نتیجہ کیا ہوگا۔ اس سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچیگا۔ اگر اصلاح کا
کام کسی نیک نیت کے پیش نظر بھی ہوگا۔ تو فساد کی وجہ سے رُک جائیگا۔
لوگ مقدمہ بازی میں تمام وقت خرچ کر دینگے۔ اور روپیہ ضائع ہوگا۔
جب طاقت فتنہ و فساد کی نذر ہو جائیگی تو مسلمان رہے سہے کمزور ہو
ہو جائیں گے۔ مسلمان بھائیو میں تمہیں ہوشیار کرتا ہوں۔ کہ تمہارے
مقابل کے یہی سکیم پیش نظر ہے۔ کہ بیرونی فسادات میں مبہوت ہو کر
تم اندرونی اصلاح کی طرف مائل نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان بہادر
و مضبوط ہو۔ مگر صبر سے نہ کہ جبر سے۔ دشمن کیلئے تیز تلوار ہو۔ مگر ہمسایہ کا غمگسار ہو۔

مہاتما کو مسلمان بناؤ

آج اگر آواز آتی ہے کہ سب کو ہندو بنا لو میں کہتا ہوں تم سب ہندوؤں
کو مسلمان بنا لو۔ مگر کس طرح بناؤ گے۔ باتوں سے یا کام سے فساد کر کے۔ یا
پیار کر کے۔ جو ان سوالات کا جواب ہے وہی طریقہ کار ہے۔ راز فطرت
سے بے خبر بھائیو۔ انسان کبھی نفرت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ بلکہ محبت سے
رجوع کرتا ہے۔ وہ کبھی اچھا اور سچا مشنری نہیں جس کا دل محبت انسانی
سے مملو نہ ہو۔ اور دماغ نور شرافت سے منور نہ ہو۔ جب میں کتے کو بھی پیار کرتا ہوں۔

تو دم ہلاتا میری طرف آتا ہے ؛ درندہ بھی پیار سے مؤثر ہو جاتا ہے۔
انسان کی تو غذا ہی پیار و محبت ہے۔ یہ تو دوڑ کر اسی جگہ پہنچتا ہے۔
جہاں یہ چیز میسّر آتی ہے ؛ اگر ہم ڈرائینگے دھمکائیں گے، تو وہ ہم سے دور
ہو جائینگے۔ قبل اس کے کہ ہم کسی قوم یا فرد کو اسلام کی دعوت دیں پہلے
اُن کے دل میں جگہ بنالیں ؛ ایسا نہ ہو۔ کہ نفرت سے دل کا دروازہ
بند ہو جائے۔ پریم و پیار کی لہریں جو دل سے اُٹھتی ہیں وہی دوسروں کو
بہا سکتی ہیں ؛ محبت کا نور ہی دلوں پر محیط ہو سکتا ہے ؛ پیار سے
روشن آنکھیں رعب و جلال شاہی سے زیادہ مرعوب کرنیوالی ہوتی ہیں
ایاز کی نگاہ اُلفت بار محمود کی چشم خشمناک پہ حاوی رہی ہے ؛
میری رائے ہے۔ کہ مہاتما کو مسلمان بنا لیا جائے۔ میں نے آج ہی
چند تجاویز سوچی ہیں۔ اگر مسلمان عمل کریں تو یہ کچھ بڑی بات نہیں
راز عشق سے واقف جانتے ہیں۔ کہ مطلوب کو مرعوب کرنے کا یہی طریقہ
ہے۔ کہ محبوب کے مزاج و رجحان کو پاکر اس کی طبیعت کی اُفتاد کے مطابق
اپنے اعمال و افعال کو ڈھالا جائے۔ سب سے بڑی چیز جس کا مطلوب
طالب ہے ؛ وہ عدم تشدد کا اُصول ہے۔ اگر ہندو اس اصول کو ترک
کرتے ہیں۔ تو تمہیں مبارک ہے۔ تم اہنسا پر عمل کرو۔ ہندو ہتھیار بند
ہو رہے ہیں۔ تم ہندوؤں کے سامنے دست بستہ ہو جاؤ۔ گالی دیں تو لب
بستہ رہو ؛ جب آنیوالا آئیگا۔ تو ہندوؤں سے نفور اور مسلمانوں میں شامل
ہو جائیگا۔ اگر مسلمان بھائی بُرا نہ مانیں تو کہوں کہ مہاتما کو مسلمان بنانے
میں ہم ناکام ہو رہے ہیں ؛ مہاتما نے محض مسلمانوں کے افلاس کو
مدنظر رکھ کر ملک میں کھدر کا رواج دیا۔ اگر مہاتما کی نیت یہ نہ تھی۔ تو

کم از کم نتیجہ یہی تھا۔ وائے افسوس جنہیں اقتصادی لحاظ سے اور دین اسلامک
نقطۂ نظر سے ضرورت تھی۔ کہ کھدر کو رواج دیں۔ وہ اس نقطہ سے غافل
ہیں۔ اور یہ کیسی شرمناک بات ہے۔ کہ اگر اکے دکے مسلمان نے پہنا
بھی تو آج یہ تحریک ہو رہی ہے۔ کہ چونکہ ہندو سنگٹھن کا انتظام
کر رہے ہیں۔ اس لئے تم کھدر اتار پھینکو۔ خوب انتقام ہے۔ اور اچھا
علاج ہے۔ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ +

اس وقت بھی اگر ہم معاملہ کو سوچیں تو کچھ بگڑا نہیں۔ تمام مسلمان
ایمانداری سے اسی کوشش میں لگ جائیں کہ وہ خود کھدر پہنینگے۔
دوسروں کو پہنائیں گے۔ غافلو! جو کرنے کی بات ہے اس سے ڈرتے
ہو۔ جو ڈرنے کے کام ہیں۔ اُن کے لئے مرتے ہو۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی
اقتصادی آزادی اور باہر اسلامی ممالک کی نجات کا راز کھدر ہی میں
مضمر ہے۔ جس کے گھر چوہے قلابازیاں کھاتے ہوں لباسِ فاخرہ
اسے کب زیب دیتا ہے۔ بجائے اس کے مسلمان ان ایام میں مشتعل ہوں
اُن کے سامنے ایک سنجیدہ سوال ہے۔ کہ مسلمانوں میں نمود و نمائش کی
مرض کس حد تک سرایت کر چکی ہے۔ دین و دنیا کی کوئی تحریک اس وقت
اس کے دفعیہ میں کارگر ثابت نہ ہو سکی۔ عمل سے عاری ہونیکا اور کیا ثبوت
ہے۔ کہ بے زری کا رونا بھی ہے۔ ترکوں کے مصائب کا احساس بھی ہے۔
اور جب کہا جائے کہ کھدر اس کا علاج ہے تو اُسے تسلیم بھی کرتے ہیں۔
مگر پہننے کے وقت شان میلی ہوتی ہے۔ فتنہ ارتداد کے لئے مسلمانوں میں
انتہائی چیخ و پکار ہے۔ اس کی وجہ مسلمان راجپوتوں کی مالی مشکلات
ہیں۔ جب کہا جائے کہ گھروں کے خرچ کم کرو۔ دیگر مالی نقائص کو دور کرو

تو گہری سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ زبان تو قینچی ہے۔ مگر خود عمل سے محروم ہیں۔ کہتے بہت کچھ ہیں۔ کرتے کچھ نہیں ؛

مساجد کا نظام

اسلام نظام سکھلاتا ہے۔ نظام سے اسلام کی فتح ہے۔ بکھر اشیرازہ ملک و قوم کی کمزوری کی دلیل ہے۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانہ پر ایک نظر سے صاف ظاہر ہو جائیگا۔ کہ ترتیب و تنظیم ہر شعبۂ زندگی میں جاری وطاری تھی۔ اب تمام فتنے تمام مصیبتیں اسی وجہ سے ہیں۔ کہ اس وقت کہیں جماعت کا وجود باقی نہیں۔ ہماری جو کوشش ہے انفرادی ہے۔ اسی لئے کامیابی مسلمانوں سے دور رہتی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ دنیا کی کسی قوم میں تنظیم کے اتنے اسباب اور اتنا مصالح موجود نہیں جتنا کہ مسلمانوں میں۔ مگر اس موجودگی کے باوجود ہماری بدبختی یہ ہے۔ کہ کسی قوم میں اتنی بدنظمی بھی نہیں جتنی مسلمانوں میں ہے۔ مساجد میں نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہیں۔ جمعہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ عیدیں اکٹھی ادا ہوئی ہے۔ تاہم اجتماع کی حقیقی روح مفقود ہے۔ کیونکہ ہر مسجد کا امام آزاد ہے۔ ضرورت زمانہ سے خود بے خبر ہے۔ اوروں کو باخبر کیا کرے گا۔ خوب ذہن نشین کرلیں کہ مسلمانوں کی اصلاح مساجد کی اصلاح میں ہے۔ مسجد ہماری محافظ اور منبر ہمارا پلیٹ فارم ہے۔ اسلام زندہ ہو سکتا ہے۔ تو اسی جگہ سے۔ مسلمانوں کی کی تباہی ہو سکتی ہے۔ تو مساجد میں غلط تعلیم سے۔ دنیا کی تمام اقوام مضطرب ہیں کہ کس طرح اجتماعی زندگی پیدا کی جاوے۔ یہاں اجتماع

موجود ہے مگر زندگی مفقود ہے، پانچ وقت مسجد میں جلسہ ہوتا ہے، اشتہار اور منادی کی ضرورت نہیں آواز اذان کافی ہے۔ لوگ جوق درجوق آتے ہیں۔ نماز ادا کر کے اسلامی ضروریات حاضرہ سے آگاہ ہوئے بغیر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ خدمت اسلام کی جلن اور تڑپ پیدا کیونکر ہو جب امام کا دل خود بجھا ہوا اور غافل ہو۔ اے کاش مسلمان نماز باجماعت کے غرض وغایت کو سمجھیں۔ حالت یہ ہے۔ کہ مسجد ومنبر اُس کے سپرد ہوتا ہے، جس کی تعلیم ناقص تربیت خراب اور نظر کی وسعت مسجد کی چار دیواری سے باہر نہیں ہوتی۔ لکیر کا فقیر ہوتا ہے، اور یہی تعلیم اوروں کو دیتا ہے۔ الحمد للہ کہ لاہور کی بعض مساجد میں درس قرآن شروع ہو گیا ہے، مگر اس درس تدریس کا منشا یہ ہے۔ کہ اپنے مخصوص عقائد پر راسخ کیا جاوے۔ اور بس۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آزاد خیالی کی بجائے سامعین میں تنگ خیالی آجاتی ہے، بجائے غیر اقوام میں تبلیغ کے آپس کی فرقہ بندیوں میں سر پھٹول ہوتی ہے، غور کرو اس وقت لاہور میں ۱۲۶۵ مساجد ہیں گو ان میں بہت تھوڑی ایسی ہیں جو غیر آباد ہوں۔ تاہم ساڑھے تین سو غیر آباد فرض کر لی جاویں تو بھی ایک ہزار ایسی مسجد ہے۔ جہاں پانچ وقت نماز ہوتی ہے، اس ہزار میں نصف بھی۔ اگر باقاعدہ اماموں کی زیر نگرانی ہوں تو ۵۰۰ اسلامی واعظ یا مشنری ہمارے لاہور میں موجود ہیں جن کا کام رات دن خدمت اسلام ہے، اسی طرح اگر نظر کو دور و وسیع کریں تمام ہندوستان کے شہر اور گاؤں کا خیال کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ ہزاروں نہیں بلکہ بلا مبالغہ لاکھوں مسلمان واعظ و مبلغ موجود ہیں،

حیف اُنکی ساری مساعی مُسلمانوں میں ہی رخنہ اندازی میں صرف ہوتی ہے۔ جس طرح باپ کی کمائی نالائق اولاد بیدریغ برباد کرتی ہے۔ اسی طرح مُسلمانوں میں فتویٰ بازوں کی جماعتیں سلف کے مُسلمان مشنریوں کی کمائی کو لُٹا رہے ہیں۔ روپے کی قدر وہی جانتا ہے۔ جو خود کما کر کھائے۔ اسے ہی یہ تلخ حقیقت کا پتہ ہوتا ہے، کہ کس محنت سے روپیہ ملتا ہے، اُڑانے والا بالکل بے پرواہ ہوتا ہے، اس لئے دانا لوگ اپنے بچوں کو تھوڑی پونجی دیکر علیحدہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ انہیں کمائی کی قدر معلوم ہو۔ مسلمان پبلک کو چاہیئے۔ کہ فتویٰ بازوں سے مطالبہ کریں گہ وہ غیر اقوام میں تبلیغ کر کے غیروں کو اپنا سچا ہم خیال مُسلمان بنائیں۔ تاکہ ان پر یہ راز کھل جاوے۔ کہ مسلمان کو کافر بنانا کتنا آسان اور کافر کو مُسلمان بنانا کسقدر دشوار ہے، اگر مسلمان فتوے باز کسی کے روکے نہیں رُکتے۔ تو اُنہیں یہ اجازت دی جائے کہ جہاں وہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں، وہاں کبھی کبھی غیر قوموں میں تبلیغ بھی کریں۔ تاکہ اُن کا مزاج اعتدال پر آجائے۔

مُبارک گھر

سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دینی مکاتب ہندوستان میں جاری ہیں مگر سوائے احمدی مدارس و مکاتب کے کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے، کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں۔ خدا بھلا کرے مولوی عبدالقادر قصوری کے خاندان کا جس نے پہلے تبلیغ کے کام کی طرف توجہ دی۔ تھوڑے عرصہ میں ایک اچھا نظام اور اچھا کام کر دکھایا

غیر احمدی مسلمانوں میں یہ پہلی جماعت ہے، جو تبلیغی جماعت کہلا سکتی ہے
اور مسیحی اور دیگر تبلیغی جماعتوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھتی ہے۔ اس
خاندان نے کار دنیا اور کار دین کی تقسیم یوں کی ہے۔ کہ نصف آدمی کماتے
ہیں اور نصف رات دن خدمت اسلام کے لئے وقف ہیں۔ جو دنیاوی
کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، وہ خدمت اسلام کے لئے وقف گھروں
کے خرچ کے کفیل ہیں۔ اب کام بڑھ رہا ہے، لازمی طور سے یہ گھر
ایک مشنری سوسائٹی میں تبدیل ہو رہا ہے، جس میں اور نوجوانوں کی
خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں۔ جو اپنے آپ کو دنیا کی دلچسپیوں سے
بے نیاز کر کے خدمتِ اسلام کے کام سرانجام دے رہے ہیں، اس جماعت
کی یہ کوشش ہے کہ اُمرا کے لڑکوں کو خدمت اسلام کے لئے مائل کیا
جاوے۔ تاکہ بغیر شور و شر کے کام جاری رہے، آئے دن چندوں کی اپیل
سے نجات ملے۔ اگرچہ یہ سچا مشنری خیال ہے۔ مگر اسلامی جماعت کیلئے
امرِ محال ہے، کہ بغیر شور و شغب کے وہ زندہ رہ سکے۔ اس لئے لازمی
طور سے وہ اپیلوں پر مجبور ہوگی، اے کاش مسلمان اُمرا اِس طرف
توجہ کریں۔ اپنے دو بچوں میں سے ایک خدمتِ اسلام کے لئے وقف
کریں۔ وہ لوگ جنہیں خدا نے کمائی کے جھگڑوں سے مطمئن کیا ہے اُنہیں
چاہئے کہ اپنے بچوں کو شروع سے تبلیغ کیلئے تیار کریں۔ اگر تبلیغی رجحان ہو گیا۔
تو کم از کم یہ ضرور ہوگا۔ کہ جائداد تو محفوظ ہوگی۔ اور خدمتِ اسلام کے کام آئیگی کسی
میراسی ڈوم کی نذر تو نہ ہوگی۔ اول تو ہر مسلمان کو لاہوری اور قادیانی احمدیوں
کی طرح مبلغ بننا چاہئے، دوسرا ہر ایک گھر میں سے ایک شخص تو اسی لئے
وقف ہو۔ یوں بھی تو ہم ۱۰ مسلمانوں میں دو چار کماتے ہیں۔ باقی بیکار بیٹھ کر

کھاتے ہیں۔ مُبارک ہے وہ گھر جس میں خدمت خلق کا جذبہ موجود ہے؛ خدمتِ اسلام کی سچی تڑپ پیدا ہے؛

تمام ہندوستان کو مُسلمان بناؤ

آج بعض متوحش ہیں کہ اُلٹی گنگا کیوں بہنے لگی۔ اُس کا انجام کیا ہوگا۔ مجھے خود تردد ہے؛ مگر غیر کے حملے کا نہیں؛ بلکہ اپنی بے نظمی کا۔ اگر ہمارے اندر نظام تبلیغی اُستوار ہوتا۔ تو نوبت اِس حد تک نہ پہنچتی۔ سوامی جی مہاراج کبھی ہندوؤں کی نظر میں اتنے منظور و مقبول نہ ہوتے۔ جتنے اَب ہیں۔ جو جنرل فاتحانہ پیشقدمی کرتا رہتا ہے۔ اَبنائے وطن راستہ میں آنکھیں بچھاتے رہتے ہیں۔ جب پیشقدمی رُک جاتی ہے اور شکست کا مُنہ دیکھتا ہے۔ تو لوگوں کے دلوں سے اُتر جاتا ہے؛ وہی لوگ پھر جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ یہ فطرت اِنسانی ہے؛ اِس سے کسی کو گریز نہیں؛ ملک کے حالات کو اِعتدال پر لانے کی یہی صُورت ہے۔ کہ مُسلمان نہ صرف پیشقدمی کو ہی روکیں بلکہ ملک میں ایسا وسیع تبلیغی جال بچھا دیں کہ ہر غیر مسلم کے گھر میں دن رات اِسلام کا پیغام پہنچے۔ ہر مُسلمان بچہ بوڑھا اسلام کا مُبلّغ ہو۔ اسلام کی عظمت ہمسایہ پر ظاہر کرنے کے لئے بیتاب ہو۔ مُسلمانوں کا اس میدان میں فتحیاب ہو کر دکھانا ہی صرف حالات ملکی کو روبہ اصلاح کر سکتا ہے؛ اور نشہ سے سرشار نا عقلوں کو ہوش میں لا سکتا ہے؛ جب مقابل پر تمہاری طاقت ظاہر ہو جائیگی تو وہ خود اپیل کریگا۔ کہ بس مذہبی سرگرمیوں کو زیادہ وسعت نہ دو۔ سوراج کا کام سنبھالو۔ وہ خود ہی کہینگے کہ سوامی جی تم نے ہمیں غلط راستہ پر لگا دیا+

کام میں دیر یا تساہل منزل مقصود سے دور ہٹا لیجائیگا۔ ۲۲ کروڑ انسانوں کا مسلمان بنانا بچوں کا کھیل نہیں۔ اس میں شیروں کا حوصلہ مردوں کی سی غیرت صحابہ کا سا خلوص، سب سے زیادہ یہ کہ محمدؐ اُمّی عربی کا سا اخلاق چاہئے۔ تاکہ دشمن بھی دیانت و امانت کی شہادت دے۔ ہمسایہ اچھے اخلاق کی وجہ سے محبت کرے۔ اُسکے دل میں ہماری طرف سے کسی قسم کا مالی و جانی اندیشہ نہ ہو۔ ہمارے وعدوں پر پورا اعتماد ہو بلکہ اپنے مال و جان عزت و آبرو کا ہمیں سچا محافظ سمجھے۔ ہم میں خودداری ہو۔ مگر غرور نہ ہو۔ خلوص ہو بناوٹ نہ ہو۔ ہر شعبہ زندگی میں ہماری حیثیت نمایاں ہو۔ جسم دل دماغ ہمت اور حوصلہ میں کوئی ہم سے برتر نہ ہو۔ اسلئے ہر مسلمان عاقل و بالغ کو اپنے مزاج کی افتاد کے مطابق کسی نہ کسی شعبے میں دلچسپی لینی چاہئے۔ مگر تبلیغ سے کبھی کسی جگہ بھی غافل نہ ہو۔ وہ جھونپڑیاں جہاں ابھی تک پیغام حق نہیں پہنچا وہاں پہنچایا جاوے۔ ان غریبوں کے ساتھ رحم و پیار کا سلوک کیا جاوے۔ دلجوئی کی جاوے۔ اور تعلیم و تربیت دی جاوے ۔

تبلیغ و اشاعت مذہب میں اگر خوف اور لالچ کو کام میں نہ لایا جاوے۔ تو کوئی شریف شخص بھی معترض نہیں ہو سکتا۔ اسلام مسلمانوں کو اس سے بھی آگے بڑھنے کو کہتا ہے۔ تبلیغ کے دو طریقے ہیں مخالف کی کمزوریوں کا اظہار اور اپنے مذہب کے اوصاف کا بیان مگر مسلمان مشنریوں کو چاہئے کہ کبھی کسی کے مذہبی احساسات کو ٹھیس نہ لگنے دیں۔ میں جانتا ہوں کہ کہ حلقہ ارتداد میں جنگ زرگری جاری ہے۔ مسلمانوں کو مرتد کرنے میں کسی اصول کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ تاہم مسلمانوں کو چاہئے روپیہ اور

فریب کے مقابل اَخلاق اور اخلاص سے دلوں کو مسخر کریں +

بہادرانہ قربانی ایسی شے ہے جس سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، ہندوستان میں صرف اسی مذہب کیلئے میدان کھلا ہے۔ جو سب سے بہادر اور ملک کی جنگ میں کام آنیوالا ہو۔ قربانی سے گریز کرنے والی مُصیبت کے وقت گھبرا جانیوالی قوم کے لئے اب کوئی مُستقبل نہیں رہا۔ وہ قوم ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائیگی۔ جس جماعت کے افراد ملکی ضروریات سے غافل و لاپرواہ ہونگے وہ کبھی ہندوستان میں عزّت کی نگاہ سے نہ دیکھی جائیگی۔ لامحالہ اُن کے مذہب کو بھی عزّت سے نہ دیکھا جائیگا۔ مُسلمانوں کو کبھی اس نکتہ سے لاپرواہ نہ ہونا چاہیئے۔ آج اکالی قربانیوں کے اثر کو دیکھو ہزاروں لوگ بغیر تبلیغ و اشاعت کے ہزاروں کی تعداد میں سکھ ہو رہے ہیں۔ کاش مُسلمان اس رمز کو سمجھیں کہ زندہ اور بہادر قوم میں شامل ہونیکی ہر شخص خواہش کرتا ہے، مُردوں میں شمار ہونے سے ہر ایک کو قدرتی طور سے نفرت ہے ! اگر مُسلمان ہر میدان میں زندگی کا ثبوت پیش کریں۔ اعلائے کلمۃ الحق میں جابر کسی کی پرواہ نہ کریں۔ آزادی کی خواہش میں ہر وقت سربکف نظر آویں تو بغیر تبلیغ کے بھی لاکھوں ان کی طرف کھچے آسکتے ہیں مگر بدقسمتی سے میں کیا دیکھتا ہوں کہ مُسلمان سیاست سے کچھ کچھ دُور جا رہے ہیں ! عاقبت اندیش محبِّ وطن سچے مُسلمان کی تو یہی خواہش ہوگی کہ دین و دنیا میں ہم سرخرو ہوں۔ اور مذہبی میدان میں مذہبی حریفوں کو۔ اور میدان کارزار میں ظالموں کو پچھاڑنے والے بنیں +

سماج کے اسلام پر احسان

آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کیلئے نمونہ ہے۔ ان میں لاہوری حصہ تو بانی کی غرض کو پا گیا۔ قادیانی جماعت کسی قدر کفر و تکفیر کے پرانے مرض میں مبتلا ہو گئی تاہم غیر مسلموں میں نشر و اشاعت سے قطعی غافل نہ ہوئی۔ علاوہ ان کے تمام اسلامی فرقے رہین بے خبری رہے۔ اسلامی ہند پر بدستور بے حسی کا دور دورہ رہا + اندریں ایام مہاشہ لیکھرام جی کے حد اعتدال سے بڑھے ہوئے خیالات نے مسلمانوں میں عارضی سا جوش پیدا کیا۔ پھر سو گئے۔ مہاشہ موصوف کے قتل کے ہوشربا سانحہ نے پنجاب کو متلاطم کر دیا۔ حضرات علماء میں اشاعتی غیرت تو حرکت میں نہ آئی۔ مگر عامۃ المسلمین کے جذبات خودداری میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ ان دنوں بہت سے مسلمان بچوں کو مٹھائی میں زہر ملا کر قتل کئے جانیکا شبہ آریہ جماعت پر کیا گیا۔ ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں یہ

پہلا موقعہ تھا۔ کہ مُسلمانوں کو اپنی مجلسی کمزوری کا احساس پیدا ہوا۔ اور چھوت کو مسلمانوں کی خود داری کو برباد کرنے والی سمجھنے لگے۔ چنانچہ خورد و نوش کی دُکانوں کا عام رواج ہو گیا۔ اور اکثر مُسلمان ہندوؤں سے ویسا ہی مجلسی سلوک کرنے لگے۔ جیسا کہ ہندو مسلمانوں سے روا رکھتے تھے۔ اس ضرب کاری سے ہندو قومیت مجروح ہوتی تھی اسلئے ہندوؤں کیطرف سے صلح کی طرح ڈالی گئی۔ جلدی مُسلمانوں کا یہ اُبال بھی اُتر گیا۔ مُسلمانوں کی دُکانیں ٹوٹنے لگیں تاہم کچھ نہ کچھ جاری رہیں۔ اور سطح ملک پر سکون طاری ہو گیا۔

اِتنے میں ایک بی۔ اے جو دیو سماج کے عقائد سے متاثر ہو چکا تھا۔ آریہ بنایا گیا۔ اور اِس تبدیل مذہب کو وہ شہرت دی گئی۔ گویا ایک مسلمان بی۔ اے کا دائرۂ اسلام سے نکل کر ہندو ہو جانا گویا اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔ مُسلمانوں نے بھی اس کو سخت محسوس کیا۔ اس کا قلم نوک نشتر اور زبان قینچی تھی۔ اِس نوجوان سے اِسلام کے برخلاف اشاعتی کام لیا گیا۔ سوامی شردھانند نے اپنا بیٹا بنا لیا۔ اِس سے یہ ہوا۔ کہ انفرادی طور پر اشاعت اِسلام شروع ہو گئی۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا جانے لگا۔ دیگر مذاہب کی کتب کی چھان بین کا شوق پیدا ہو گیا۔ مگر جماعتی رنگ میں پھر بھی کام نہ ہوا۔ یہ نوجوان شخص وہ ہے۔ جو جبتک آریہ رہا درپردہ اِسلامی جھنڈا قلب کفر میں گاڑتا رہا۔ اور اندر ہی اندر اسلام کا ڈنکا بجاتا رہا۔ حتیٰ کہ آریاؤں کی اشاعتی عمارت کو منہدم کر کے ایک آریہ دیوی کیساتھ سمبندھ کر کے مُسلمان ہو گیا۔ اب غازی عبدالغفور عرف دھرم پال کے نام سے مشہور ہے۔

آریہ سماج نے جگہ جگہ مجالس مناظرہ قائم کر کے مُسلمانوں کی تبلیغی

جس کو بیدار کرنے کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ افسوس ہے۔ کہ مسلمان باوجود تازیانوں کے ہوش میں نہ آئے۔ سماج کے مستقل و مضبوط نظام تبلیغی کے مقابلہ میں کوئی اشاعتی جماعت پھر بھی نہ بنائی یکایک تقسیم بنگال کی ایجیٹیشن نے ملک کی توجہ کو سیاست کی طرف کھینچ لیا۔ تب سے اب تک مذہبی سرگرمیاں سیاسی جدوجہد میں تبدیل ہوگئیں۔ اشاعت اسلام کے معاملہ میں ہندوستان کے مسلمان اسی طرح مردہ ہیں جس طرح ۱۰۰ سال پہلے تھے۔ ہاں انجمن دعوت و تبلیغ اس کلیہ کی استثنا ہے۔ آریہ بھائیوں نے اپنی استعداد و استطاعت سے زیادہ سیاسی میدان میں حصّہ لیا ساتھ ہی اشاعت کے خیال کو کبھی نہ بھولے۔ وسعت ملک میں نظر غائر ڈال کر مسلمانوں کی کمزور پوزیشن کو پا لیا۔ اور کام میں لگ گئے۔ ان کی کوشش کا یہ پھل ہے۔ اور ہماری غفلتوں کا یہ نتیجہ ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے آخری تازیانہ عبرت ہے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو ایک ملکانوں کا فتنہ کیا خدا جانے ہماری غفلت کیا کیا رنگ لائیگی ٭

مرنجان مرنج مذہب

تمام تبلیغی مذاہب کے لئے آریہ سماج سے سناتن دھرم زیادہ خطرناک ہے۔ وہ مخالف مذہب کو لمبی ڈھیل دیتا ہے۔ تصادم سے پرہیز کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ رگڑا نہ ہونیکی وجہ سے مخالف کی تبلیغی حس ضائع ہو جاتی ہے۔ سناتن دھرم کے سموئے لوگ بطور اچھوت کے ہو جاتے ہیں جنہیں کسی مذہب کا پاس احساس نہیں رہتا۔ وہی رسم و رسوم اوضاع و اطوار تمدن و معاشرت قائم رہتی ہے۔ جوں جوں دیر پڑتی ہے۔ توں توں نئے مذہب کا خیال پرانا ہوتا ہے۔ ہندو کے ہندو رہ جاتے ہیں۔ ملکانہ راجپوت یا دیگر قسم کی اور۔

قومیں اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ اسلام کی تبلیغی تاریخ پر غور کرو جہاں اسلام گیا مفتوح مسلمان ہوئے۔ راز یہ تھا۔ کہ ہر جگہ مفتوح قوم نے اشاعتی روک تھام کی اور رگڑ پیدا ہوئی جس سے حق باطل پر غالب آیا۔ یہاں ہندوستان میں ہندوؤں نے سر نہ اُٹھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہان سلف اشاعتی کام سے بے خبر ہو گئے۔ کیونکہ شوق مقابلہ ٹکراؤ اور تصادم سے بڑھتا ہے۔ یہاں کسی نے تبلیغی مقابلہ ہی نہ کیا۔ شوق تبلیغ کس طرح ہوتا۔ سناتن دھرم کے اس حربہ نے اسلام کے لئے سخت مشکلات پیدا کر دیں یہاں کے نومسلم کی تو خیر۔ باہر کے حملہ آوروں کی حالت یہ ہو چکی ہے۔ کہ وہ نام کے مسلمان اور دراصل تمام ہندو رنگ اختیار کر چکے ہیں۔ ذات پات کی پابندی۔ بیوگان کے نکاح کی بندش کو دیکھو۔ کہ اسلام کو اس سے کیا نسبت ہے بتوں کی جگہ قبریں مسجود ہیں۔ شوالہ میں گھنٹی بجتی ہے۔ تو خانقاہیں شادمے وہاں بھوجن چڑھایا جاتا ہے۔ تو یہاں چوری۔ وہاں سرخ کپڑے بتوں کو پہنائے جاتے ہیں یہاں سبز غلاف قبر پر چڑھائے جاتے ہیں۔ ہندو بتوں سے التجا کرتے ہیں۔ مسلمان مردے سے مراد مانگتے ہیں۔ بتاؤ کہ ہندو مذہب اور ہندوستانی اسلام میں کیا فرق ہے۔ اگر مبالغہ نہ ہو تو کہوں۔ کہ ۵۰ فی صدی مسلمان اسی ہندوانہ رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ایک کروڑ نہیں قریب قریب ۲½ کروڑ مسلمان مائل ارتداد ہیں۔ وہ غیروں کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں اور اندر جانیکے لئے بیتاب ہیں۔ ۲ کروڑ تو ایسے مسلمان ہیں جن کے گلے باگرہ میں بُت پڑے رہتے ہیں۔ ان کی بود و باش ایک تو اسی علاقہ میں ہے جہاں ارتداد کا فتنہ برپا ہے۔ نیز اور صوبہ جات میں بھی کم و بیش موجود ہیں۔ باقی مسلمان بھائی ایسے ہیں۔ جو بت پرست تو نہیں

قبر پرست وہم پرست انسان پرست ہیں۔ توحید پرستوں کی جماعت مسلمانوں میں نہایت قلیل ہے۔ اِس لئے یہ بھی مذہب عملا وہم پرستوں کا مذہب ہو گیا ہے؛ اگر آریہ جماعت اسلام سے نہ اُلجھتی تو ہندو مذہب اسلام کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھا گیا تھا؛ اور جذب کر گیا تھا۔ ارتداد کا اصل سبب سناتن دھرم ہے۔ شور و شغب کرنے والے آریہ ہیں۔ ہاں اس شدھی کے شور سے مسلمان بیدار ہو گئے۔ اور اُنہیں کسی قدر اپنی خطرناک حالت کا احساس ہؤا۔ اگر مسلمانوں کو پورے طور سے احساس ہو گیا۔ اور اس وقت کوئی نظام اِشاعتی مضبوط بنا لیا گیا۔ تو ہندوستان میں اسلامی ترقی کو کوئی چیز روک نہ سکیگی۔ کیونکہ اسلام میں وہ سادگی ہے۔ کہ ہر شخص کھنچا جاتا ہے؛ معمولی سے معمولی انسان اُس کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ بات سمجھنی کیسی سہل ہے۔ کہ مڑھی مسان بُت انسان کوئی بھی سوائے خدا کے پوجا کے لائق نہیں۔ ہست سے نیست نیست سے ہست کرنیکی اسی کو طاقت ہے۔ نفع و ضرر کا وہی مالک ہے بس یہی اسلام ہے۔ نہ ایک میں تین اور تین میں ایک کا جھگڑا نہ مادے اور روح کی قدامت کی بحث کی ضرورت۔

صرف اسلام پر ہی موقوف نہیں سکھ مذہب بھی مسلمانوں کی طرح سناتن دھرم میں اپنی ہستی کھو چکا تھا۔ ۱۹۰۷ء کے پہلے وہ ہندو مذہب کا جزو لاینفک تھا۔ دربار صاحب امرتسر میں جگہ جگہ بت دھرے تھے۔ سناتن دھرمی پنڈتوں کا قبضہ تھا۔ سب سے پہلے آریہ بھائیوں نے سکھوں کیساتھ وہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی جو مسلمانوں کیساتھ کی تھی۔ ریاست پٹیالہ میں دو منچلے مہاشوں نے گرو صاحبان کے چال چلن پر نہایت ناپاک حملے کئے جسکا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ سکھ جماعت میں غصّے کا طوفان اٹھا۔ بجائے معذرت کے تمام

آریہ جماعتوں نے اُسکی تصدیق کر کے اُنکے مقدمہ کی پیروی کی۔ اور جگہ بجگہ سکھوں کے ساتھ اکھاڑے قائم کیے۔ اس طرح سکھ آہستہ آہستہ ہندوؤں سے علیحدہ ہونے لگے۔ اور بتوں کو آہستہ آہستہ دربار صاحب سے دور اور پوجاریوں کو رخصت کرنے لگے۔ آج خدا کے فضل سے وہ مذہب کے لحاظ سے ہندوؤں سے دور اور مسلمانوں سے بہت نزدیک ہو گئے ہیں؛ اگرچہ اس وقت عظیم الشان پیمانہ پر یہ کوشش جاری ہے؛ کہ کسی طرح سکھ اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں یکجا کیا جاوے؛ اندریں بارہ ہندوؤں کی مسلسل جدوجہد جس کا میں نے ابتدا میں اشارہ کیا تھا بار آور ہو رہی ہے؛ اور میاں فضل حسین کی گوردوارہ بل کی پالیسی اس کی ممد ہو رہی ہے؛ ممکن ہے کہ میاں صاحب کو اس پالیسی سے فائدہ پہنچا ہو۔ مگر مسلمانوں کو دوسروں کی نظروں میں ذلیل وحقیر کر دیا ہے؛ یہ ایک ایسا غیر دانشمندانہ فعل تھا؛ جس پر کوئی مسلمان مبارکباد نہیں دے سکتا۔

ناپاک تحریک متعدد ذرائع سے یہ خبر ملی ہے۔ کہ غیر مسلموں نے مسلمانوں کی مجلسی اور مالی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر شدھی کیلئے مسلمان عورتوں پر ہاتھ صاف کرنیکی ناپاک تحریک جاری کی ہے؛ میں ذاتی طور سے باور کرنیکی جرأت نہیں کرتا کہ کوئی قوم ایسی بداخلاق ہو سکتی ہے؛ مگر اخبار ریاست نے دہلی کے ایک ہندو جماعت کے ریزولیوشن کا حوالہ دیا ہے۔ جو واقعی حیرت انگیز ہے؛

مسلمان لڑکیوں کے متعلق ہندوؤں کی ایک ناپاک تجویز۔ اہالیان ظفر گڑھ کا پر زور مطالبہ۔ اخبار ریاست مؤرخہ ۸ اپریل ۱۹۲۳ء دہلی کے ایک آریہ جلسہ میں ایک تجویز منظور ہوئی تھی کہ ہندو قوم مسلمان لڑکیوں کے ساتھ بلادریغ شادی کرے اس تجویز کو اہالیان شہر نے شرمناک قرار دیا؛ آج تک اسکی کوئی تردید شائع نہیں ہوئی

بلاشبہ کوئی باعزت قوم اس ریپریزنٹیشن کی موجودگی میں ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھ سکتی۔ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ ایسے احتمالات و خطرات کا سدباب کریں۔ میں اس تجویز کے مجوزین کو کچھ کہنا نہیں چاہتا ہاں مسلمانوں سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ غصہ میں آکر کوئی جوابی حملہ نہ کرینگے۔ بلکہ ہندو دیویوں کو اپنی بہنیں سمجھیں گے۔ اور وہ سارے آداب کو ملحوظ رکھیں جو شرافت کے مقتضی ہیں۔ ہمسایہ کے گھر پر نظر بد رکھنے والی قوم کبھی پھول پھل نہیں سکتی۔ غریبوں اور کمزوروں کی بہو بیٹیوں پر اسلئے جسارت کرنی۔ کہ وہ نادار و بیکس ہیں۔ انسانوں کے شایاں شان نہیں۔ بلاشبہ مسلمانوں کو اپنی سوسائٹی کی عصمت کے تحفظ کیلئے ایک منٹ بھی توقف ایک بڑی معصیت ہے۔ میں تو اسی واسطے باربار کہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کو باوجود اشتعال کے فساد سے بچکر مصروف اصلاح ہوجانا چاہئے۔ باتوں کو چھوڑ کر کام میں لگجانیکی ضرورت ہے۔ ان اسباب کو رفع کرو جن سے عورتیں آسان شکار بنائی جائیں۔ یا اوباش مزاج اُن تک پہنچ سکیں۔ کسی کو پوچھو کہ غیروں کو یہ جسارت کیوں ہے؟ جواب ملیگا فلاکت! مسلمانوں پر ہی سارے جہان کی کیوں فلاکت ہے؟ تجارت نہیں! تمہاری تجارت کو فروغ کیوں نہیں۔ بس اس سوال کا جواب اور اس کا تدارک ہی تمہاری ساری امراض کا علاج ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس کی اصل مرض کا علم ہوگیا ہے۔ چنانچہ لاہور میں وہ کام بھی شروع ہوگیا ہے۔

یہ فلاکت۔ بربادی تجارت۔ بے حسی۔ اور دوسروں کی یہ جسارت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ ۹ سو سال کے مجلسی بائیکاٹ یعنی چھوت نے مسلمانوں کو گھن کیطرح کھالیا ہے۔ ہم عمل سے عاری خودداری سے خالی ہوچکے ہیں۔

چھوت آپ کو چھوت اور سلسلہ مضمون میں بے ربطی کا شبہ نہ گذرے۔ یہ اصل چیز ہے۔ باقی مسلمانوں میں تمام کمزوریاں اُس کی شاخیں ہیں۔

جب سے مسلمان ہوش سنبھالتا ہے۔ جو مجلسی سلوک ہندو سوسائٹی کا دیکھتا ہے۔ اِس سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ میں کچھ اَدنے درجہ کا انسان ہوں۔ وہ ذکی الحس ہے تو ذرا تلملاتا ہے۔ مگر جب اردگرد تمام مسلمان شرفا۔ علما صوفیا تک کو ایک معمولی سے معمولی ہندو دکاندار سے پرے ہٹ کر چیز خریدتے ہوئے پاتا ہے۔ تو تلملا کر رہجاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ حس بے حسی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسلام پر ہندو مذہب کی یہ مجلسی فوقیت قائم رہتی ہے۔

کوئی مسلمان ملازمتوں کیلئے مر رہا ہے۔ کوئی کونسل اور میونسپل سیٹوں کیلئے ہندوؤں سے لڑ رہا ہے۔ اگر کوئی جماعت مجھے ہندو مسلمانوں کی مفاہمت کی شرط پوچھے تو میں یہی کہوں کہ ہندو سوسائٹی بہتر بھائی بن کر دکھائے۔ اور مسلمانوں کو گلے ملا دے۔ کیا یہ درخواست والتجا غیر معقول ہے؟ یہ تو وہ چیز ہے جو کانگرس نے سوراجیہ کی ضروری شرط قرار دی تھی۔ سوامی مہاراج نے اچھوتوں کو یعنی مسلمانوں کو گلے ملانے کا کام تو شروع کر دیا ہے۔ مگر اس کے عوض مذہب کی قربانی مانگتے ہیں۔ کیا رہنمایان قوم کانگرس کے مسلک سے انحراف پر سوامی جی کو تنبیہ کرینگے؟ کہ بچارے ۷ کروڑ مسلمان اچھوتوں کو گلے تو لگاؤ مگر مذہب کی قید اُڑا دو۔ ہم مسلمان حامیان کانگرس کی خود فریبی بھی مستحق داد ہے۔ جو ۳ برس اچھوت ادھار کا پرچار کرتے رہے۔ حالانکہ وُنکے اچھوت

ہونے میں شبہ کی کم گنجائش ہے۔ میں چھوت کے مقابلے میں مساوات انسانی کا ان تھک مفسر ہوں۔ ابن آدم کی تاریخ میں اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں پاتا۔ کہ کوئی قوم بغیر گناہ کے چھوت کی لعنت میں ڈالدی جائے۔ اور اس طرح اسکی زندگی موت سے تلخ کر دی جائے۔ اگر میں اچھوت گھر میں پیدا ہوتا۔ تو میں تمام اچھوت قوموں کو یکجا کر کے کہتا۔ کہ آؤ ہندو و مسلمانوں دونوں سے چھوت کرو۔ تاکہ ان کا دماغ درست ہو جائے کسی قوم کو خداوند تعالے نے یہ پروانہ نہیں دیا۔ کہ اتفاقیہ پیدائش سے فائدہ اٹھا کر جھونپڑیوں میں پیدا ہونے والے غریب انسانوں کو ٹھکرائیں مسلمانو! ہندو کسی جبتک معذور ہیں کہ ان میں Karma Theory (کرما تھیوری) رائج ہے۔ مگر خدا را بتاؤ قرآن نے بیگناہ انسانوں کو ٹھکرانے کی کہاں تعلیم دی ہے۔ اور غریبوں سے چھوت کرنے کو رسول عربی نے کب کہا تھا۔ وہ جابروں سے خود ٹھکرایا گیا یتیم کب گوارا کر سکتا ہے۔ کہ مسلمان اس قوم سے چھوت برتیں۔ جو مسلمانوں سے چھوت نہیں کرتی اور اسلامی غیرت کب گوارا کرتی ہے۔ کہ مسلمان اس کے سامنے سر جھکائیں جو اُن کو اچھوت سمجھتے ہیں۔

مجھے احتمال ہے۔ کہ مسلمان پڑھ کر آہ بھر کر رہ جائینگے۔ کون غضب کئے حقوق کسی اچھوت کو دے۔ اور کس کی ہمت ہندوؤں سے مجلسی برابری کا مطالبہ کرے۔ بیشک اسکے لیئے اسلامی سپرٹ اور بیباک بیخوف اظہار حق کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمانوں سے یہ نہیں ہو سکتا تو میں آج ہی فتویٰ دیتا ہوں کہ ہندوستان میں اسلام کا کوئی مستقبل نہیں۔

صاف بیانی

یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں۔ میں راجپوت ہوں میری برادری کے بعض ایسے گاؤں ہیں جہاں نصف آبادی کا دامن گوہر اسلام سے مالا مال ہے نصف حصہ ہندو مذہب کو دُنیا کا بہترین سرمایہ سمجھتا ہے۔ مگر جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ مجلسی طور سے اپنے آپ کو ذلیل اور کمتر محسوس کرتے ہیں۔ دور سے انکے ہاتھ کی چیز لیتے ہیں نیچے ہو کر پانی پیتے ہیں۔ بوجہ ایک خون اور نسل اور ایک کی اولاد ہونے کے وہ شادی غمی پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ مگر مسلمان راجپوت ہندو راجپوتوں سے نچلی جگہ بیٹھتے ہیں۔ قریب جاتے ہچکچاتے ہیں۔ غرض ہر طرح ان کو برتر اور اپنے آپ کو ان سے کمتر سمجھتے ہیں۔ مذہب اِسلام کی دلفریبی اور سادگی سے قطع نظر کر کے قانون فطرت کی طرف دیکھو۔ ہر انسان کی طبعی خواہش ہے۔ کہ وہ ذلیل و حقیر درجہ سے ترقی کر کے اعلیٰ و ارفع درجہ پر پہنچے۔ اب بتاؤ کہ مسلمان راجپوت کسطرح ہندو برادری کو دعوت دے سکتے ہیں۔ کہ تم اسلام قبول کرو۔ وہ فوراً جواب دینگے کہ مسلمان ہو کر ہم بھی تمہاری طرح اچھوت ذلیل و حقیر ہو جائیں گے؛ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ہندو برادری ایسی دعوت دے تو مذہب سے بیگانہ راجپوت مسلمانوں کے لئے وہ ضرور قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ انہیں اعلیٰ درجہ تک اٹھایا جاتا ہے۔ اور شرف بڑھایا جاتا ہے:

تم نے اس وقت تک انہیں اسلام سکھلایا نہیں کہ وہ مذہب کی عظمت کو سمجھ کر دنیا کی راحت کو تج دیں۔ جن سے آخرت پیش نظر نہیں وہ دُنیا کو کیوں چھوڑیں ۔ سوامی جی مہاراج کہتے ہیں کہ آؤ تمہیں اچھوت کے

درجہ سے اُٹھا کر بھائی بنائیں خدا لگتی بات کہو دیا نندجی کی دعوت انہیں مرغوب ہو گی یا موجودہ اچھوت اسلام کی دعوت منظور. غلغلہ؛ مجلسی برتری حاصل کرنیکے لئے ہی یہ سارا ایجیٹیشن اور جدوجہد ہے۔ تاریخ کے اوراق تمہارے سامنے ہیں نظر عبرت سے دیکھو مجلسی تفوق اور اس کی دلفریبیوں نے بڑے بڑے نیکوکاروں کو تذبذب میں ڈالدیا ہے آپ جانتے ہیں اچھوت۔ یعنی چمار۔ چوہڑہ وغیرہ کا کچھ نہ کچھ مذہب تو ضرور ہے۔ فرض کرو تمہارا بھنگی تمہارے پاس آتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ تم بھنگی ہو جاؤ۔ وہ بالیک پیر کی تعریف اور اپنے مذہب کی توصیف بیان کرتا ہے، تم ایمانداری سے کہو کہ اس کے دلائل کو بھی سنو نگے۔ اس کے دلائل خواہ کیسے دلچسپ اور اس کا بیان خواہ کیسا دلفریب کیوں نہ ہو۔ تم کان نہیں دھر سکتے۔ تمہاری فطرت اسکے دلائل سے بغاوت کرتی ہے، کبھی نہیں چاہتی کہ بھنگیوں میں تمہارا شمار ہو۔ جنہیں تم دور دور رہنے کو کہتے ہو۔ اونچا ہاتھ کر کے چیز دیتے ہو۔ سب ہندو پکے ہندو اور سب مسلمان سچے مسلمان نہیں۔ مذہب کی سچائی کو ہر شخص پر پورے طور سے واضح کرنا محال ہے، لامحالہ بڑا حصہ ہندو مسلمانوں کا مذہب سے بے خبر رہے گا۔ اسلئے انہیں مرغوب کرنے والی چیز دنیاوی اقتدار اور مجلسی حیثیت ہو گی۔ ہندؤں کو چھوت کرنیکی وجہ سے مجلسی برتری میں شبہ نہیں ہو سکتا پہلے تو ہندؤں میں تبلیغ کا دروازہ بند تھا۔ اب جب کھل چکا ہے۔ تو یقیناً اچھوت قوموں اور مذہب سے بے خبر مسلمانوں کے لئے بڑی تحریص ہے +

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ملکانہ راجپوت تحقیق مذہب کر کے اسلام سے

منحرف ہو رہے ہیں۔ ہرگز نہیں اُنہیں مجلسی برتری فریب دے رہی ہے
سوامی جی صاف کہہ رہے ہیں۔ کہ میں اُنہیں مذہب نہیں سکھا رہا۔ بلکہ محض
اچھی سوسائٹی میں ملا رہا ہوں۔ اگر مسلمان اسی طرح بے حس اور اچھوت
رہنا پسند کریں اور ہندو بھائی ہمت سے کام لیں تو اسلام کی طاقت
کو ہندوستان میں صدمہ عظیم پہنچ سکتا ہے۔ یہ بات تو صاف ہے۔ کہ وہ
مذہب جو اپنی عزت نہیں کرواتا۔ وہ کسی لعلے سوسائٹی کو جذب کرنیسے
معذور ہے۔ اچھوت بلاشبہ ہندو بھائیوں کی تنگ نظری پر معمول کہی
جا سکتی ہے۔ مگر ایسی عالی نظری کا بھی کہاں ٹھکانا ہے۔ جو مسلمانوں
میں ہے۔ کہ اچھوت اقوام سے خود چھوت کریں۔ اور ہندوؤں کے خود
اچھوت بن کر بسر کریں۔ چمار سے پہلے تو خود پرہیز کریں جب وہی
آریہ ہو جائے تو اس کو پاکیزہ اور برتر سمجھ کر اس سے ہچکچائیں +
یہ تو ذکر ذکور کا تھا اب عورتوں میں اس کا اثر دیکھیں عورتیں
مردوں سے زیادہ ذکی ہوتی ہیں۔ اور بہ نسبت مردوں کے مجلسی
برتری سے زیادہ متاثر ہوا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اچھوت اقوام کی
عورتوں کی عصمت اونچی اقوام کے رحم پر ہوتی ہے۔ خواہ مسلمان بھائی
بُرا سمجھیں۔ میں تو یہی کہونگا۔ کہ جس طرح دیگر اچھوت اقوام کی عورتیں
مسلمان اوباش، مردوں سے جلدی مرعوب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح
مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات میں بھی سچ سمجھنا چاہیئے۔ یہ فطرت
ہے انسانی رجحان ہے۔ خدا نہ کرے اگر جوش انتقام میں ہندوؤں میں سے کسی
مختصر سے مختصر جماعت نے بھی ناپاک کام جسکا اخبار سیاست نے حوالہ دیا ہے شروع
کردیا تو ہندوؤں کی مجلسی فوقیت جسکو آج ہم معمولی بات سمجھے ہوئے ہیں اور طریق سے ہم پر مصیبت

کا دروازہ کھول دیگی۔

کیا کریں ؟ اِس مجلسی کمزوری کو رفع کرنے اور مُسلمانوں میں احساس خودداری پیدا کرنیکے متعلق دو رائیں نہیں ہو سکتیں ۔ مسلمان اور ہندو دونکے مجلسی حیثیت کو ایک سطح پر لانے میں ہی ہندوستان کی فلاح ہے۔ دونوں برابر کے بن کر بڑھ سکتے ہیں۔ غلام اور آقا چھوت اور اچھوت رہ کر کبھی کام نہیں کر سکتے۔ اس کی صورت یہی ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں سے چھوت چھوڑ دیں۔ مگر ملک کی بدقسمتی یہ ہے۔ کہ سوائے چند کے بڑے سے بڑا آزاد خیال ہندو بھی اس بارہ میں قدامت پسند ہے۔ تمام قوم سے یہ توقع کہ وہ کسی قریبی زمانہ میں چھوت چھوڑ دیگی تب تک ممکن نہیں جبتک ایسا خارجی دباؤ نہ ڈالا جائے۔ جو آپس میں نفرت پیدا کرنیوالا نہ ہو۔ بلکہ دیانتدارانہ خودداری کا مطالبہ ہو۔ دوسری قوم کے تباہ کرنیکے لئے بائیکاٹ نہ ہو۔ یعنی ہم عہد کریں کہ اسی کے ہاتھ کا پکا کھائیں گے۔ جو مُسلمان کے ہاتھ کا کھائیں۔ بائیکاٹ یا چھوت سے حسی افراط و تفریط ہے ۔ اِس سے مُسلمان کو پرہیز چاہئے۔ درمیان کی راہ ملک لئے اور اسلام کیلئے مفید رہیگی۔ نہ ہمیں کوئی ذلیل کہ سکیگا۔ نہ متعصب۔ کوئی مُنصف مزاج آدمی ہم پر الزام نہ دھر سکیگا۔ بلکہ ہماری اِس تحریک کو خوش آمدید کہیگا +

ابتدا میں سخت دقتیں ہونگی۔ ایک اولوالعزم قوم کی طرح جو کسی بات کے کرنیکے لئے تل چُکی ہو۔ کام کرنیکی ضرورت ہے انفرادی نہیں بلکہ قوم کی قوم کا رخ اور توجہ اس طرف ہونی چاہئے ۔ بعض تیز طبیعتیں امرتسر و بٹالہ وغیرہ کے ہندوؤں کے سبزی ترکاری والوں کے بائیکاٹ سے سخت متاثر ہو رہی ہیں۔ اور ہندوؤں کا بھی اسی طرح ہر معاملہ میں بائیکاٹ کرنا چاہتی ہیں ؛

بائیکاٹ گو میں ہر دو قوموں کیلئے نقصان دہ خیال کرتا ہوں۔ اسکے اندر یہ
خیال ہوتا ہے۔ کہ کس طرح دوسروں کو کچلا جائے یا مالی نقصان پہنچایا جائے۔
ہمسایہ کی تباہی وبربادی یا نقصان کا خیال آجانے سے ہی تحریک میں سے
روحانیت جاتی رہتی ہے۔ ہندو مسلمانوں کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ میں
یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت اگر مسلمان بائیکاٹ کا جواب بائیکاٹ سے
دیں تو ہندوؤں کو سخت نقصان رہیگا۔ اور میرا مقصد بھی ضمنی طور سے حل
ہو جائیگا۔ ہر روز کے جھگڑے اور مسلمانوں کی مالی مشکلات کا کسی حد
تک خاتمہ ہو جائیگا۔ مگر ملکی نقطہ نگاہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مسلمانوں کی
دوکانیں جتنی کھلینگی اتنی ہندوؤں کی بند ہو جائینگی۔ گویا ایک فریق بڑھا
تو دوسرا گھٹا۔ آگے مسلمان غریب تھے۔ تو اب ہندو آوارہ پھرینگے مجموعی
طور سے ملک کی خوشحالی میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ اسلئے مسلمانوں کو چاہیئے
کہ بجائے ہندوؤں کے ہاتھ سے ٹکڑا چھیننے کے اپنی روزی کے لئے اور
میدان نکالیں۔ صنعت وحرفت کی طرف توجہ کریں۔ ہاں چھوت کو
دور کرنیکے لئے ہر امکانی کوشش کریں۔ خورد و نوش کی دوکانوں کا
رواج دیں۔ اور اپنی ساری سعی اسی میں صرف کر دیں اگر یہ خودداری
مسلمانوں میں مفقود ہو جائیگی۔ اور جان ایمان سے زیادہ عزیز ہو جائیگی۔
تو اسوقت بن مارے ہی مر جائیں گے۔ جماعت اسلامی کا شیرازہ اگر
اسی طرح اور ۵ سال بکھرا رہا۔ اشاعت اسلام کے معاملہ میں اگر یہی غفلت
رہی اچھوت کی ذلت سے مسلمان سوسائٹی اگر اسی طرح پامال رہی۔ آزادی
کی جدوجہد میں اگر مسلمانوں کی حیلہ تراشیاں ختم نہ ہوئیں۔ تو کسی کو مارنے
کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑیگی۔ خود ہماری غفلت ہماری قبر کھودیگی۔

غافل یہ دُنیا دار العمل ہے۔ شکوہ شکایت آہ فریاد کو یہاں کون سُنتا ہے۔ مرنے کی تڑپ پیدا کرو تو زندہ رہ سکتے ہو۔ جوش کو چھوڑو ہوش سے کام لو۔ گل کی طرح خاموش رہ کر معروف عمل ہو جا۔ بلبل کی طرح محو نالہ و فغاں نہ رہ۔ اس میں شبہ نہیں ہم نہایت ہی ابتلا و امتحان کے وقت پیدا ہوئے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ جو آج خداوند تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے۔ اپنی ہستی کو کھو دے۔ اور بدقسمت ہے وہ۔ جو آج ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اگر جماعت موجود نہیں تو آؤ آج ہی بنا لیں۔ اگر پہلے غافل رہے، تو آج ہوشیار ہو جائیں۔ جماعت بنانے والا کام شروع کرنے والا ہمارا ہی وجود کیوں نہ ہو۔ یہ سعادت غیر کے حصہ میں کیوں آئے۔ ایک اولوالعزم انسان نے اپنے لئے سلطنت پیدا کی۔ کیا ہم کام کے لئے پریشانیوں میں اُلجھ کر رہ جائینگے۔ کام کرنے والوں کے لئے راہیں کھلی ہیں۔ خلوص و تڑپ کی ضرورت ہے۔ چولھے میں آگ ہو تو روٹی پکائی جاسکتی ہے سالن تیار کیا جاسکتا ہے۔ پانی گرم ہو سکتا ہے۔ جس انسان کے قلب میں حرارت ہو۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ کسی کی رہنمائی کا شرمندۂ احسان نہیں رہتا۔ خدارا زبان بند کر ہاتھ پاؤں کو حرکت میں لا۔ گھڑیاں نازک ہیں دُنیا تنگ ہو رہی ہے۔ عمل خدارا عمل ؎

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

دنیا کا قانون یہی ہے۔ کہ غافل سرمایہ سے محروم کر دیا جائیگا۔ اپنی حالت پر قانع رہنی والی قوم پامال کر دی جائے۔ جو پودا بڑھتا نہیں وہ گھٹتا ہے۔

سوکھتا ہے۔ فنا ہو جاتا ہے۔ علم و ہنر میں مال و تجارت میں ہم اقوام عالم کا لگا نہ کھا سکتے تھے۔ البتہ مذہب و ہمت جسمانی میں ہمارا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ اب نہ مذہب کیلئے جوش نہ ورزش کا شوق۔ مرد وہی ہے جس کو دیکھ کر ہیبت آئے نہ کہ جسکو دیکھ کر دلبستگی پیدا ہو۔ آج اسلامی کالجوں، سکولوں کو دیکھو گویا نازنینوں کی ایک بھیڑ ہے؛ پیچ در پیچ بال حسن کی سرمایہ داری کرتے ہیں رنگین ریشمی ازار بند۔ باریک ململ کے کرتہ سے متانت و تہذیب کا ماتم کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پاؤں میں سلیپر۔ مونچھیں چٹ دیکھ کر جھٹ پٹ جنگ یا نہ خان کے لڑکے پر بنیئے کی بیٹی کا شبہ ہوتا ہے۔ قبضہ تلوار کو تھامنے والے غازی کی نرینہ اولاد نزاکت میں نازنینان مغرب سے کہیں بڑھ کر ہے آج مسلمان کا گلا کسی قدر سخت ہے۔ مگر کل کی بتاؤ۔ کیا تحفظ اسلام کا کام یہ نازک اندام انجام دینگے؟

تاریخ اسلام شاہد عادل ہے۔ کہ جب کبھی فتنہ رونما ہوا متقضی مخلص مسلمانوں سے گریز پا ہوئے۔ آنکھیں ان قدسی طینت نفوس کو ڈھونڈتی ہیں۔ جو راہ حق میں مصیبتوں کو دنیا کی راحتوں کے بدلے خرید لیں۔ نہ صرف حلقہ ارتداد میں طریق مدافعت سوچیں بلکہ حملہ آوروں کا کام بھی سرانجام دیں۔ ۱۵ کروڑ اچھوتوں کی آبادی اسلام لانیکے لئے بے تاب ہے؛ تمام جنوبی ہند اولوالعزم مسلمان جماعتوں کی طرف دیکھتا ہے۔ جو پیغام حق پہنچا دیں اور مساوات اسلامی سے انکو تسکین دیں۔ یہ فتنہ تو رحمت ہے۔ بشرطیکہ مسلمان فرصت کو غنیمت سمجھیں، تمام ہندوستان پر چھا جائیں۔ کون ضلع ہے جہاں انجمن اسلامی موجود نہیں۔ ان کا فرض ہے۔ کہ مستقل صیغہ اشاعت اسلام کیلئے کھولیں اور زیادہ توجہ اچھوتوں پر صرف کریں۔ خدا ہمیں کام کی توفیق دے آمین +

معرکہ کی کتابیں

دنیا میں دوزخ

یہ وہ بیش بہا کتاب ہے۔ جس میں جیل خانے کے حالات۔ قیدیوں کی چالاکیاں۔ ملازمان جیل کی مشاقیاں۔ پولیٹیکل قیدیوں کے اُتار چڑھاؤ۔ جیل خانے میں سیاسی قیدیوں کی کشمکش اور مختلف واقعات پر قیدیوں کے مختلف قسم کے حالات اور مختلف قسم کے جذبات کا دلچسپ۔ رنگین اور صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جیل خانے سے ڈرنے والوں اور جیل خانے کے دم بھرنے والوں سب کیلئے یہ کتاب سبق آموز ہے۔ قیمت صرف ۱۲ار

معشوقۂ پنجاب

پنجاب کے مشہور و معروف عاشق و معشوق ہیر و رانجھا کے عشق کی داستان ابتدائے عشق سے انتہائے محبت تک راز و نیاز کے ہر ایک مرحلہ کا رُوح افزا نوٹو۔ جس کے ملاحظہ سے تڑپ جائیں۔ اردو زبان شیریں کلام فصاحت نظام۔ اہل دل اگر ایک شعر کا مطالعہ کرے تو یقیناً تمام کی تمام کتاب پڑھے بغیر چین نہ آئے۔ وارث شاہ اور ہیر و رانجھا کے مستند تاریخی حالات نہایت دلپذیر اردو زبان میں لکھ کر ایک بڑی کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔ ۸ار

ملنے کا پتہ افضل حق۔ گڑھ شنکر۔ ضلع ہوشیارپور

آئینہ پنجاب — زیر طبع ہے عنقریب چھپ کر شائع ہوگا